یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.
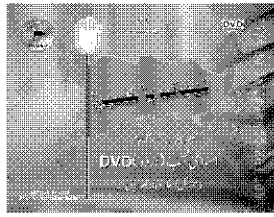
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

اُمِّ سلمہ سلام اللہ علیہا

سید ارتضیٰ عباس

قال رسول اللهؐ: یا امّ سلمہؑ اِنّک عَلٰی خِیر

رسول اللہؐ نے فرمایا: اے اِمّ سلمہؑ تم نیکی پر ہو۔

اُمِّ سلمہ سلام اللہ علیہا

سید ارتضیٰ عباس

نام کتاب : اُمِّ سلمہ سلام اللہ علیہا

مصنف : سید ارتضیٰ عباس نقوی

کمپوزنگ : **جاودان پبلیکیشنز**، کراچی
۲۸-ایچ، رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

ناشر : **جاودان پبلیکیشنز**، کراچی
۲۸-ایچ، رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

طابع : ذکی سنز، کراچی

سنِ اشاعت : ۲۰۰۴ء

قیمت : =/۱۲۵ روپے

سید ارتضیٰ عباس نقوی
۷-ایف، رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد، کراچی
فون: ۶۶۲۱۹۷۵۰

جاودان پبلیکیشنز
۲۸- ایچ ، رضویہ سوسائٹی ، ناظم آباد ، کراچی
فون: ۶۶۸۵۹۷۵، فیکس: ۶۶۸۳۲۱۳
ای۔میل: husain_anjum@hotmail.com

انتساب

میں اس کتاب ''اُمِّ سلمہ سلام اللہ علیہا'' کو
امامِ زمانہ سلطان العصر امام مہدیِ آخرالزماںؑ
کے نام معنون کرتا ہوں۔

فہرست

تعارف

تمام تعریفیں اس ذاتِ اقدس کے لیے سزاوار ہیں کہ جس نے اِس کائنات کو خلق کیا اور آسمان کو آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی انجمن سے منور کیا۔ بے شک اِن تمام نعمتوں کا سبب محمدؐ و آلِ محمدؑ ہیں کہ جن کے لیے خدا نے یہ سب کچھ خلق کیا اور اِن عظیم ہستیوں کو ہمارے لیے وسیلۂ نجات قرار دیا۔

ہر شخص جنت کے حصول کے لیے اس کی عبادت کرتا ہے چاہے وہ جنت میں جانے کے لیے نماز ادا کرتا رہے، روزہ رکھتا رہے، حج و زکوٰۃ ادا کرتا رہے پھر بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکتا جب تک علیؑ اس کے لیے جنت کا پروانہ تحریر نہ کردیں۔

بے شک یہی وہ منتخب ہستیاں ہیں کہ جنھوں نے دینِ اسلام کی اساس کو مضبوط کرنے کے لیے راہِ خدا میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور وہ تاریخ ساز کامیابیاں حاصل کیں کہ جن کا ذکر آج بھی تاریخ کے گوشوں سے خالی نہیں ہے۔

انھی ہستیوں میں سے ایک محترم ہستی جنابِ اُمِّ سلمہؑ کی ہے کہ جن کے متعلق یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اُمِّ سلمہؓ تاریخ کا وہ عظیم کردار ہیں کہ جنھوں نے بقائے اسلام کے لیے حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہجرتِ مدینہ بھی اور اِن کے متعلق تاریخ گواہ ہے کہ مدینے کی طرف جس خاتون نے سب سے پہلے ہجرت کی وہ

اُمِّ سلمہؑ ہیں۔ اور ہجرت میں بھی اپنے سسرال، خاوند اور اولاد کے لیے جن مشکلات کا سامنا کیا اس کو ہم نے بہ تفصیل اس کتاب میں درج کر دیا ہے۔ آپ حضرات ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ کس انداز سے انھوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی اور دوسری طرف عقدِ رسالت میں آنے کے بعد اہلِ بیتؑ سے اس شان سے محبت کی ہے کہ تاریخِ اسلام ان کا شمار محبانِ اہلِ بیتؑ میں کرے گی اور ان کا شمار مدینے کے اولین شیعوں میں ہوگا کہ جنھوں نے بعدِ رسولؐ حضرتِ علیؑ کو اپنا امیر اور مسلمانوں کا امام پیشوا تسلیم کیا۔

امِّ سلمہؑ کی اسلامی خدمات کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جب حضرتِ علیؑ جنگِ جمل کو روانہ ہو رہے تھے تو امِّ سلمہؑ نے اپنے بیٹے عمر کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ ''مولا میں خود تو میدان میں آپ کی نصرت کو نہیں آ سکتی مگر اپنی جگہ اپنے اس فرزند کو بھیج رہی ہوں جو میری نشانی بن کر آپؐ کے ہمراہ اہلِ بصرہ سے جنگ کرے گا''۔

بے شک یہ امِّ سلمہؑ کی اہلِ بیتؑ سے باطنی اور اخلاقی محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرتِ علیؑ کو آپؑ سے اور آپ کی اولاد سے بھی بے انتہا محبت تھی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل عمر کو بحرین کا حاکم بنانا ہے اور پھر جنگِ صفین کے وقت عمر کو خط لکھنا کہ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ ''اے عمر! جلد پہنچو کہ مجھے تمھاری ضرورت ہے اور میں تمھارے ذریعے سے ستونِ توحید کو مضبوط کرنا چاہتا ہوں اور میرا ارادہ اہلِ شام سے جنگ کرنے کا ہے، اس میں تمھاری مدد کا طلب گار ہوں۔

جگہ جگہ تاریخ کے اشارے گواہی دیتے ہیں کہ رسولؐ اور آلِ رسولؐ نے ہمیشہ امِّ سلمہؑ پر بھروسا رکھا ہے اور اپنی عظیم سے عظیم اشیاء حتیٰ کہ تبرکاتِ امامت بھی امِّ سلمہؑ کے پاس امانتاً رکھوائے جیسا کہ رسولؐ نے کربلا کی وہ خاک کہ جس کے متعلق کہا تھا کہ جب یہ خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا جگر گوشہ حسینؑ شہید ہو گیا ہے وہ امِّ سلمہؑ کے پاس رکھوائی، دوسرے یہ کہ جب امام علیؑ جنگِ جمل کے لیے روانہ ہو رہے تھے تو اس وقت آپؑ نے اپنی

کچھ کتابیں اور تبرکاتِ امامت امِّ سلمہؑ کے پاس رکھوائے تھے جسے بعد میں آ کر امامِ حسنؑ نے واپس طلب کیا۔ اس کے علاوہ امامِ حسینؑ جب مدینے سے مکے کا سفر کر رہے تھے تو اس وقت آپؑ نے تبرکاتِ امامت امِّ سلمہؑ کے پاس رکھوائے تھے، اس لیے کہ آپؑ کی آنکھوں میں خیامِ اہلِ بیتؑ کی تاراجی اور اس کے لٹنے کا منظر تھا اور برکاتِ امامت کسی ناپاک ہاتھوں میں منتقل نہیں ہو سکتے اسی لیے آپؑ نے وہ سب امِّ سلمہؑ کے پاس امانتاً رکھوائے۔ ان تمام معصومینؑ کا امِّ سلمہؑ کے پاس امانتیں رکھوانا بتا رہا ہے کہ انھوں نے شروع ہی سے امِّ سلمہؑ پر بھروسا رکھا ہے اور اپنی خاص سے خاص اشیاء کو ان کے پاس رکھوایا حتیٰ کہ امامِ حسینؑ نے اپنی کمسن بیمار بیٹی حضرتِ فاطمہ صغریٰؑ کو بھی ان کی کفالت میں دیا۔

[illegible] ۔ اب جبکہ ائمۂ اطہارؑ کے توسل اور تصدق سے [illegible] کسی حد تک اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے مگر اس کتاب میں سے اگر ایک جملہ بھی بارگاہِ خدا اور رسولؐ میں قبول ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کاوش کافی حد تک کامیاب رہے گی۔

دعا ہے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے کہ وہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور اس کتاب کو میرے لیے توشۂ آخرت قرار دیں اور اس حقیر کو روزِ محشر محمدؐ و آلِ محمدؐ کی قدم بوسی نصیب ہو۔
آمین

احقر العباد

سید ارتضیٰ عباس نقوی

اُمِّ سلمہ سلام اللہ علیہا

حسین انجم

(مدیر ماہنامہ طلوعِ افکار، کراچی)

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن

عنفوانِ شباب کی آمد آمد ہے، ابھی فہم و فکر کی دہلیز پر قدم رکھا ہے، علومِ عقلی و نقلی کا کارخانۂ طلسمات تاحدِ نظر عجائبات بداماں سامنے ہے اور غور و فکر، مطالعہ و مشاہدے اور اخذ و اکتساب کی پیہم دعوت دے رہا ہے۔ ہمارے بچپن میں تو یہ عمر گولیاں کھیلنے کی تھی لیکن جب باپ نے ہائی اسکول کی طالبِ علمی کے زمانے میں ہاکی کے اولمپک مقابلہ میں دو یادگار گول کر کے اپنی ٹیم کو فتح سے ہمکنار کیا تو تمام دنیا میں صفدر عباس کے نام کی دھوم مچ گئی۔ باپ کی مسیں بھیگنے کی عمر میں اس کارنامے نے بڑے بڑوں کی مونچھیں نیچی کر دیں۔ کمسنی میں دگنی اور تگنی عمر کے لوگوں کو حیرت زدہ کرنے کی خو، ماشاء اللہ بیٹے میں بھی آئی ہے لیکن اس فرق کے ساتھ کہ باپ کے ہاتھ میں جو ہاکی کی چوب تھی وہ بیٹے کے ہاتھ میں پہنچ کر چوبِ قلم بن گئی ہے: قلم گوید کہ من شاہِ جہانم

پندرہ سولہ برس کے سن میں اتنی بصیرت و بصارت کا پیدا ہو جانا کہ جنابِ امِ سلمہؓ زوجۂ رسولؐ کی حیات و خدمات پر کتاب لکھی جائے اس کم عمری میں ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں:

أُمّ سلمہ سلام اللہ علیہا

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ارتضٰی عباس سلمہٗ صفدر عباس کے نہایت ہونہار فرزند ہیں۔ گھر اور محلے کا ماحول مذہب میں شور بور ہے اس لیے ارتضٰی عباس نقوی کی ذات میں ان اثرات کی کرشمہ سازیاں چنداں وجہِ تعجب نہیں لیکن مقامِ شکر یہ ہے کہ ان کی منضبط فکر اور مثبت اندازِ نظر نے انھیں نری جذباتیت اور اندھی تقلید کا شکار نہیں ہونے دیا بلکہ وہ بہ تمکین و ہوش تحقیق، تلاش اور جستجو کی راہ پر گامزن ہیں۔ پروردگارِ عالم ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے:

چنداں بماں کہ خرقۂ ارزق کند قبول
بختِ جوانت از فلکِ پیرِ زندہ پوش
(حافظؔ)

سید ماجد حسین رضوی

توفیقِ خداوندی

جناب ارتضیٰ عباس سن وسال کے لحاظ سے ابھی بہت کمسن ہیں۔ اس کمسنی میں کتاب کے مطالعہ کا شوق بہت زیادہ ہے۔ حصولِ علم ان کا اوّلین مقصد ہے۔ اس طالبِ علمی کے دور میں تحقیق و جستجو ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ انھوں نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں جناب امِّ سلمہؑ کا تفصیلی تعارف ہو جائے اور ان کی تحقیق و جستجو کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ کتاب قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ جنابِ امِّ سلمہؑ پر ان کو کوئی تفصیلی کتاب نہ ملی۔ انھوں نے کتب خانوں کی خاک چھانی بعض علمائے کرام کی خدمات میں حاضری دی لیکن کسی مستند اور جامع کتاب کا سراغ نہ ملا۔ جنابِ امِّ سلمہؑ کی سوانحِ حیات کے بعض بعض حصے مختلف کتابوں میں ملے انھوں نے سوچا کہ جنابِ امِّ سلمہؑ کی شخصیت ایسی نہیں کہ چند جملوں میں مختلف کتابوں میں پڑھا جائے مناسب نہیں۔ ارتضیٰ عباس صاحب نے مصمم ارادہ کرلیا کہ ان پر ایک کتاب لکھی جائے اگرچہ ارتضیٰ صاحب تالیف و تصنیف کے میدان میں نووارد ہیں پھر بھی ہمت کی، اللہ نے ذہانت اور حافظہ کی نعمت سے نوازا ہے پھر کتب بینی کے شوق نے جلا بخشی۔ انھوں نے امِّ سلمہؑ کی سوانحِ حیات پر مستند کتاب کے حوالے دیے ہیں، ان حوالوں کے لیے انھیں محنت کرنی پڑی۔ یہ قابلِ صد تحسین ہے کہ بہت کم وقت میں اسکول کی

حاضری و پابندی کے باوجود اتنا بڑا کام یقیناً ان کے لیے بہت مشکل کام تھا۔ مختلف کتب خانوں میں جا جا کر کتاب تلاش کرنا، پھر تحقیق کرنا کوئی کھیل نہ تھا۔ ان کو یہ پسند نہ تھا کہ امّ سلمہ کے لیے بے بنیاد باتیں یا روایتیں لکھی جائیں۔ انھوں نے ایک ایک بات کے لیے ماخذ کے حوالے دیے، ان حوالوں نے کتاب کا معیار ہی کتاب بنا دیا ہے۔ جناب امّ سلمہؓ کی اہمیت وفضیلت دو جہتوں کے لیے انتہائی اہم اور قابل تذکرہ ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کربلا کی مٹی ایک شیشہ کے ظرف میں امّ سلمہؓ کو دیتے ہوئے کہا کہ جب یہ مٹی خونِ تازہ میں تبدیل ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا پیارا نواسہ حسینؑ شہید کر دیا گیا۔ اب قیامت تک سید الشہداء کے ذکر کے ساتھ امّ سلمہؓ کا تذکرہ ہوگا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حضرتِ امامِ حسینؑ نے اپنی بیمار بیٹی جناب صغراؑ کو ان ہی کے حوالے کیا۔ امام کا وقتِ سفر بڑا دردناک اور اذیت ناک منظر تھا جسے کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

مختصر یہ کہ جناب ارتضیٰ عباس نے اپنی علمی بے مائیگی کے باوجود یہ کتاب لکھی، اللہ نے توفیق عطا فرمائی اور پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ہمت وحوصلہ عطا فرمایا۔ اس قابلِ قدر کارنامہ پر جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اللہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اور جنابِ سلمہؓ کے واسطے ارتضیٰ عباس کے درجات بلند فرمائے اوران کو نظر بد سے بچائے نیز اللہ ان کو زیورِ علم سے آراستہ وپیراستہ کرے اور ترقی وعمر واقبال عطا کرے:

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمیں باد

(مولانا) سیّد عون محمد نقوی

بہترین ونادر

اسلام کی تاریخ انگنت واقعات ، حالات اور حوادث سے عبارت ہے اور اسلام وہ واحد دین ہے جو بشارت اور عدلِ مطلقہ کے قیام کی ضمانت دیتا ہے اور اسلام کی ضیاء پاشی نے ظلمات کی آنکھیں چندھیا دیں یہی سب ہے کہ عرب کی عصبیت اور مشرکانہ رسوم یکلخت قصۂ پارینہ بن گئیں۔ کفار و مشرکین بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے لیکن رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زوجہ، بیٹی اور بہن کے رشتوں کو ایسا مضبوط اور آفاقی بنایا کہ آج عورت کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حضورِ اکرمؐ نے زیادہ شادیاں کر کے زندگی احسن طریقے سے گزارنے کا درس دیا اور ازواجِ رسولؐ میں سب سے بلند مرتبہ بعد از خدا و رسولؐ ملیکۃ العرب حضرتِ خدیجۃ الکبریٰ کو حاصل ہے اور اُن کے بعد اگر کوئی بلند حیثیت زوجہ ہیں تو وہ حضرت امّ المومنین بی بی امّ سلمۃ ہیں جنھوں نے محبت و عقیدت اور وفا شعاری کا پورا پورا حق ادا فرمایا۔ واقعاً آپ کے حالاتِ زندگی، کردار و صفات اور حیاتِ رسولؐ اور بعد رسولؐ آپ کا اسلام کی ترویج و ترقی میں اہم کردار ظاہر کرنے والی کوئی جامع کتاب کم از کم اردو زبان میں موجود نہ تھی۔ خدا سلامت رکھے دین و دنیا کی بھلائی ، رفعت ، ترقی و کامرانی عطا فرمائے برادرِ من علم دوست ، خاندانی شریف النفس نوجوان بلکہ کم سن سید ارتضٰی عباس نقوی ابن سید صفدر عباس نقوی (مشہور ہاکی کے کھلاڑی) کو جنھوں نے رات دن مطالعہ اور محنت کر کے اُمّ المومنین بی بی امّ سلمۃ پر ایک بہترین اور نادر کتاب مرتب کی۔ یقیناً یہ کتاب تاریخ داں حضرات کے لیے بہترین خزانہ ثابت ہو گی اور نوجوانوں میں علمی شوق بیدار کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ خداوند عالم بحق چہاردہ معصومینؑ سید ارتضٰی عباس نقوی کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

علامہ سید یاسر نقوی

علم دوست

سید ارتضٰی نقوی میٹرک کے طالبِ علم ہیں اور دینی کتابیں پڑھنے کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ ارتضٰی میاں میرے پاس آئے اور اپنی یہ کتاب مجھے پڑھنے کے لیے دی۔ میں مجالس اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے پوری طرح اس کتاب کا مطالعہ تو نہیں کر سکا مگر بظاہر اس نوجوان دوست کی یہ اچھی کوشش ہے۔ آلِ میرے اس نوجوان دوست کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔

ظاہر ہے ارتضٰی میاں کسی حوزۂ علمیہ کے طالبِ علم تو نہیں ہیں اسی وجہ سے علم الرجال اور علم الداریۃ سے بھی اتنا زیادہ واقف نہیں ہوں گے، اس کے باوجود کتابوں کی ریسرچ کر کے ان روایات کو جمع کر لینا ان کی علم دوستی کا ثبوت ہے۔ خداوندِ عالم انھیں زیادہ سے زیادہ آلِ سے محبت کرنے اور علومِ آلِ کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مولانا محمد علی عابد قنبری

فخرِ قوم

قرآنِ مجید میں واضح ہے کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کی مائیں ہیں اور ماں کی عظمت بھی اظہر من الشمس ہے، لہٰذا سیرت کی کتابوں میں ازواج النبیؐ کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے سوائے ایک بی بی کے۔ باقی جو ازواج النبیؐ ہیں ان میں جن کا تذکرہ زیادہ ہونا چاہیے ان کا بھی کم ہے حالانکہ فضائل کے باب میں ان کا ثانی کہیں نہیں۔ کیا یہ فضیلت کم ہے کہ رسولِؐ اکرم جس بیوی کے گھر میں دولھا بن کر گئے کسی اور کے نہ گئے۔ اس بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کی اور اس کے بعد ایک وقت میں بہ اختلافِ روایات آٹھ بیویاں بھی رہیں۔ جس بیوی نے اپنی پوری دولت راہِ خدا میں خرچ کر دی، ملیکۃ العربؑ ہوتے ہوئے شعبِ ابی طالبؑ میں رسولِؐ اکرم کے ساتھ تکلیفیں برداشت کیں اس بیوی کے بعد اگر کسی بیوی کا تذکرہ آتا تو اس کا جس کو رسولؐ نے خاکِ کربلا دی اس لیے کہ واقعۂ کربلا تک زندہ رہیں گی اور میری اولاد کی حفاظت فرمائیں گی۔ آیۂ تطہیر کے نزول کے وقت فرمایا، ''آپ خیر پر ہیں''۔ امامِ حسینؑ مدینہ چھوڑیں تو اپنا بزرگ سمجھ کر ان کو اطلاع دیں اور حالات سے آگاہی کریں۔

قصہ المختصر اہلِ بیت علیہم السلام کی محبت سے سرشار بی بی حضرتِ امِّ سلمہ سلام اللہ علیہا کی حیاتِ طیبہ پر کوئی تفصیلی کتاب شاید اس لیے بھی ہمارے درمیان نہیں موجود کہ بعد والی

حکومتیں دشمنِ اہلِ بیت علیہ السلام کی گزریں اور انھوں نے تاریخ دانوں کے قلم خرید کر انھیں کے فضائل درج کروائے جن کے نقشِ قدم پر یہ حکومتیں معرضِ وجود میں آئیں۔

ہمارے کم سن عزیز سید ارتضٰی عباس نقوی نے اس کی کو شدت سے محسوس کیا کہ سیرتِ حضرتِ امّ سلمہ سلام اللہ علیہا پر ایک کتاب ہونی چاہیے، لہٰذا وہ جھجک میں نہیں رہے اور اللہ کا نام لے کر قلم تحریر کے لیے اٹھایا اور قدم جستجو کے لیے۔ ان کی یہ ایک کاوش ہے جو ہمارے نوجوانوں میں بیداری کے جذبے کو عیاں کرتی ہے۔ ہمیں ہماری قوم کے ایسے نوجوانوں پر فخر ہے اور ان کے والدین کے لیے دعا گو بھی ہیں جنھوں نے ایسی تربیت کی ہے۔ میں دلی طور پر اس تحریر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں اور خدائے لم یزل ولا یزال کے حضور سید ارتضٰی عباس نقوی کے لیے دعا گو ہوں کہ ربِ محمدؐ و آلِ محمدؐ اس کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، تحریر و تحقیق اور جذبہ پیدا ہو اور ان کے شفیق والدین کا سایہ ان پر تا دیر سلامت رکھے اور مومنین سے میری گزارش ہے کتاب کو خرید کر حوصلہ افزائی فرمائیں۔ آمین

اُمِّ سلمہ ہی پر کتاب کیوں؟

یہ دنیا سرائے فانی ہے۔ انسان اس دنیا میں آتا ہے، اپنی فکر، خواہشات اور خیالات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ اس زندگی میں اُس سے جو بھی فعل سرزد ہوا اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ دنیا میں اس کا کام بے مقصد نہیں ہو سکتا۔ یہاں مثال کے لیے یہی کافی ہے کہ خدا قرآنِ کریم میں ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ چاند سورج اپنے رب کے تابع ہیں اور ایک نظام مقررہ کے تحت گردش کرتے ہیں۔ تو معلوم یہ ہوا کہ چاند و سورج اللہ کے تابع تو ضرور ہیں، اس کائنات کو دنیا میں بسنے والی قوم کو روشنی تو پہنچا رہے ہیں مگر ایک سبب سے کہ خدا سے عہد و پیمان لے چکے ہیں اور کبھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور اگر کریں بھی تو یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ اس نافرمانی کا سبب کیا ہوگا۔ یہاں بھی ایک سوال ہے کہ اگر امّ سلمہؓ پر یہ کتاب تحریر کی گئی ہے تو کیوں؟ امّ سلمہؓ ہی پر کیوں؟ تاریخِ اسلام ہزار ہا شخصیات سے بھری پڑی ہے، اُن میں سے کسی بھی شخصیت پر قلم اٹھایا جا سکتا تھا۔ آخر امِّ سلمہؓ ہی پر کیوں قلم اٹھایا گیا؟ آخر ہمارے ائمہ موجود ہیں یا دوسری عالمانہ شخصیات ہیں [illegible]، اُن پر کیوں قلم نہ اٹھایا گیا، امّ سلمہؓ ہی پر کیوں کتاب تحریر کی گئی؟

یہ سوال ہم سے کئی شخصیات نے کیا مثلاً سید زوار حسین صاحب، طلوعِ افکار کے مدیرِ اعلیٰ جناب حسین انجم صاحب اور دوسری شخصیات نے مجھ سے سوالات کیے کہ آپ نے امّ سلمہؓ ہی پر قلم کیوں اٹھایا، کسی دوسری شخصیات پر بھی یہ کام ہو سکتا تھا؟ اس کے علاوہ جو حضرات اس کتاب کا مطالعہ کریں گے اُن کے اذہان بھی اس کتاب میں ضرور الجھ

جائیں گے کہ امِّ سلمہؑ ہی پر کتاب کیوں، کسی اور پر کیوں نہیں؟

آخر یہ کیوں! کیوں! کیوں! سن کر میں نے سوچا کہ اس کتاب میں اس سوال کا بھی جواب تحریر کردیا جائے تا کہ قارئینِ کرام کوکسی قسم کی زحمت نہ ہو۔

جس طرح آج ایک عام آدمی زندگی بسر کررہا ہے اسی طرح ایک زندگی میری بھی تھی مگر خدا جانے اُسے کیا منظور تھا کہ ایک مرتبہ اپنی قریبی دکان سے میں نے امِّ سلمہؑ پر ایک کتابچہ خریدا جسے میں نے بغور پڑھا تو اُس میں عقائدِ اہلِ سنت کو محسوس کیا جبکہ اس کتاب کے مصنف کا تعلق فرقۂ اثنا عشریہ سے تھا۔ پس وہ کتاب تھی جو اس کتاب کی تصنیف کا سبب بنی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد دل میں امِّ سلمہؑ کی ایک فکر بھی پیدا ہوگئی کہ جب اس محبۂ اہلِ بیتؑ پر اس قسم کے عقائد تحریر کیے جائیں کہ جن کا تعلق اہلِ سنتؑ سے ہو تو اُس بی بی کی روحِ اقدس کو کیا رنج نہ ہوگا؟ جس کی ساری زندگی سایۂ اہلِ بیتؑ میں گزرے جو اپنی اولاد کو اُن پر قربان کردے، اپنی ساری زندگی کو فقط آلِ محمدؑ کے لیے وقف کردے اور اب اُن پر اس قسم کے خراب عقائد کے ساتھ کتاب تحریر ہو تو یہ کیا انصاف ہے؟ میں نے جامعۂ امامیہ کے قدیم کتب خانے سے رابطہ کیا کہ جہاں مرزا محمد جعفر صاحب سے معلوم ہوا کہ امِّ سلمہؑ پر عربی یا فارسی میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اُس کے علاوہ عباسی کتب خانہ جو ۱۹۱۰ء کا قائم شدہ ہے اور باہر کی تمام عربی و فارسی کتب وہاں آتی ہیں اور وہاں تجارتی کام بحسن وخوبی جاری ہے وہاں سے بھی معلوم ہوا کہ ان پر کوئی کتاب نہیں۔ اس کے علاوہ میری گفتگو فاضلِ دمشق وقم جناب علامہ یاسر سے ہوئی۔ انھوں نے بھی بتایا کہ قم کے تقریباً تمام کتب خانے ان کی نظروں سے گزرے ہیں مگر انھیں کوئی کتاب نہیں ملی جو امِّ سلمہؑ پر ہو مگر انھوں نے اتنا ضرور کہا کہ ہوسکتا ہے کہ اُن پر کوئی کتاب ہو! خیر میں تلاش میں تو رہا پھر کئی عرصے بعد انٹرنیٹ پر ایک کتاب امِّ سلمہؑ کے متعلق دستیاب ہوئی جس کو جناب مولانا مقبول احمد صاحب قبلہ نے تحریر کیا ہے اور وہ کتاب ۱۹۷۴ء میں پہلی بار سرفراز قومی پریس

لکھنؤ سے شائع کی گئی۔ اِس کتاب میں مصنف نے کسی حد تک امِّ سلمہؑ پر روشنی ڈالی ہے مگر مجھے اپنی تصنیف (جو میں اِس وقت پوری کر چکا تھا) میں بہت سی ایسی باتیں نظر آئیں کہ جنھیں مصنف نے نہیں لکھا۔ اس کے علاوہ میں نے اس کتاب سے بہت کچھ استفادہ بھی کیا اور آج بہ شکرِ محمدؐ و آلِ محمدؑ یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ قارئین سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ کتاب میں نے صرف اسی سبب سے تحریر کی ہے کہ بازاروں اور کتب خانوں میں امِّ سلمہؑ کی جو کمی محسوس کی گئی ہے اسے کسی حد تک تو پورا کیا جائے۔

مختلف علماء نے ازواجِ نبیؐ پر کتابیں تحریر کی ہیں جن میں زیادہ تر حضرتِ خدیجہؑ اور حضرتِ عائشہ پر ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ ازواج میں حضرت خدیجہؑ کے بعد سب سے بڑا مرتبہ امِّ سلمہؑ کا ہے کہ جنھوں نے حضرتِ علیؑ مرتضیٰ، امامِ حسنؑ، امامِ حسینؑ اور امام زین العابدینؑ کی امامت تک کا زمانہ دیکھا ہے ان کے متعلق کوئی کتاب نہ ہو اور اگر ہو بھی تو ایسی کہ اس میں عقائدِ اہلِ سنت شاملِ حال ہوں۔ میں یہاں اُن عقائد کا ذکر کرنا درست نہیں سمجھتا مگر اتنی گزارش ہے کہ امِّ سلمہؑ پر کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو عقائدِ فقہِ اثنا عشریہ سے مطابقت رکھتی ہو۔ ہم نے یہاں اس کمی کو کسی حد تک دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

آخر میں جناب سید ماجد حسین رضوی صاحب کہ جن سے مشورہ کر کے میں نے یہ کتاب تحریر کی ہے اور جناب مولانا عون محمد نقوی صاحب، جناب علامہ یاسر صاحب اور مولانا عابد قنبری صاحب کا بہت شکر گزار ہوں کہ انھوں نے میری اس ناچیز تصنیف پر تبصرے تحریر فرما کر میری حوصلہ افزائی کی اور میں بشارت بھائی کا بھی بہت ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے کتب خانے سے کتابیں فراہم کیں۔ خدا بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؑ انھیں جزائے خیر دے۔

مصنف

اُمّ سلمہ سلام اللہ علیہا

سیرتِ اُمِّ سلمہؑ ایک نظر میں

نام	:	ہند بنتِ ابی امیہ سہیل المخزومی
کنیت	:	اُمِّ سلمہؓ
لقب	:	اُمّ المومنینؓ
ولادت	:	۲۸ سال قبل ہجرتِ نبویؐ
والد	:	ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القریشی
والدہ	:	عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ
قبیلہ	:	بنی مخزوم
خاوند اول	:	حضرت ابوسلمہؓ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القریشی
خاوند ثانی	:	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وفات	:	۶۴ یا ۶۵ ہجری، بعمر ۸۴ سال
جائے دفن	:	شام
اولاد	:	سلمہؓ، عمرؓ، زینبؓ، درہؓ (پہلے شوہر سے)۔

اُمِّ سلمہؑ کی زندگی کے ادوار

جب ہم احادیث اور تاریخ کی روشنی میں سیرتِ اُمِّ سلمہؑ کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ کی زندگی کے حالات کو تین ادوار پر تقسیم کرتے ہیں:

پہلا دور: اِس دور میں حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کی ولادت سے لے کر آپ کے پہلے شوہر حضرتِ ابوسلمہؑ کی وفات تک کے حالات شامل ہیں جن میں اِن کے والد اور والدہ کے مختصر حالات درج ہیں اور جنگِ احد میں حضرتِ ابوسلمہؑ کا زخمی ہونا اور اُمِّ سلمہؑ کی خدمات وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا دور: اِس دور میں حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کے شوہرِ اول حضرتِ ابوسلمہؑ کی وفات کے بعد اُمِّ سلمہؑ کے عقدِ رسولؐ میں آنے سے لے کر وفاتِ رسولؐ تک کے حالات شامل ہیں۔

تیسرا دور: اِس دور میں وفاتِ رسولؐ کے بعد سے لے کر حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کی وفات تک کے حالات شامل ہیں جس میں جنابِ سیّدہ، جنابِ امیرؑ اور امامِ حسنؑ و حسینؑ کی شہادت، اور واقعۂ حرّہ وغیرہ شامل ہیں۔

تیسرے دور کے حالات تحریر کرنے کے بعد ہم نے حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کی اولاد کے جتنے حالات ممکن ہو سکے تحریر کر دیے ہیں۔ اِس سے زیادہ میری نظر میں مزید حالات نہیں گزرے، جتنے دستیاب ہوئے ہم نے تحریر کر دیے ہیں اور اولادِ اُمِّ سلمہؑ کے حالات کے بعد چند احادیث منقول از اُمِّ سلمہؑ مع حوالہ جات تحریر کر دی ہیں۔

پہلا دور

(ولادتِ امِّ سلمہؑ، بچپن، شادی اور رحلتِ شوہر ابو سلمہؑ ۴ھ)

ولادت

حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کی ولادت کی تاریخ تو کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہے مگر علامہ سید محمد رضی مجتہد قبلہ نے آپ کی ولادت کی مندرجہ ذیل تاریخ تحریر کی ہے:

''حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کی ولادت ہجرت سے اٹھائیس سال قبل ہوئی تھی''۔*

وفات کے وقت حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کی عمر ۸۴ سال لکھی گئی ہے اور سنِ وفات ۶۳ یا ۶۴ ہجری ہے۔ اگر تحقیق سے دیکھا جائے تو ہجرت سے تقریباً ۲۶، ۲۷ یا ۲۸ سال قبل ہی تاریخِ ولادت نکلتی ہے۔

نام

آپ کا نام مورخین نے تھوڑے اختلاف کے ساتھ لکھا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

''اُمِّ سلمہؑ کا نام ہند تھا''۔ (''سیرتِ ابنِ ہشام''، ج اوّل، ص ۲۱۰)

''اُمِّ سلمہؑ کا نام ہند یا رملہ تھا''۔ (''انسانِ کامل''، ج دوم، ص ۶۷)

''اُمِّ سلمہؑ کا نام ہند بنتِ ابی امیہ تھا''۔ (''حبیبِ کبریا کے تین سو اصحاب''، ص ۳۰۶، ۴۸۹)

''اُمِّ سلمہؑ کا نام ہند تھا''۔ (''اسوۃ الرسول'': فوق بلگرامی، ج سوم، ص ۵۰۸)

''اُمِّ سلمہؑ کا نام ہند تھا''۔ (''سیرت النبیؐ'': شبلی نعمانی، ج دوم، ص ۴۱۲)

---

* ''شہادتِ کبریٰ''، ج اوّل، ص ۱۶۷۔

ان تمام روایات سے اُمّ سلمہؓ کا نام ہند زیادہ مشہور نظر آتا ہے مگر ابن ہشام نے بعض روایات میں ہندہ تحریر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کتابت کی غلطی سے 'ہند' کے بجائے 'ہندہ' ہو گیا ہو مگر زیادہ تر مورخین کا اسی پر اتفاق ہے کہ آپ کا نام ہند بنت ابی امیہ مخزومی تھا۔

کنیت

اُمّ المومنین اُمّ سلمہؓ کے ایک فرزند کا نام 'سلمہ' تھا، اسی مناسبت سے آپ کی کنیت اُمّ سلمہ اور ان کے شوہر کی کنیت ابوسلمہؓ قرار پائی۔[1]

جب اُمّ سلمہؓ نے اپنے شوہر ابوسلمہؓ[2] کے ہمراہ بعثت کے چھٹے یا ساتویں سال ہجرتِ حبشہ کی تو اسی دوران یا حبش میں پہنچنے کے بعد آپ کے یہاں فرزند کی ولادت ہوئی تو ان کا نام سلمہ رکھا گیا۔ اسی مناسبت سے اُمِّ سلمہؓ اور ان کے شوہر ابوسلمہ کی کنیت قرار پائی اور اسی کنیت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسولؐ گھر میں اُمِّ سلمہؓ کو اسی کنیت سے پکارا کرتے تھے۔

لقب

آپ کا مشہور لقب اُمّ المومنین ہے اس لیے کہ آپ کو زوجیتِ رسولؐ کا شرف حاصل ہے۔ اس کی گواہی قرآن نے اس طرح دی ہے:

> اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ
> (سورۂ احزاب، آیت ۶)
> نبی مومنین کی جانوں کا خود اس سے زیادہ اختیار رکھنے والا ہے اور اس کی بیبیاں ان (مومنین) کی مائیں ہیں۔

---

(۱) "شہادتِ کبریٰ"، ج اول، ص ۱۶۵۔

(۲) بعثت سے چند سال قبل ان کا عقد اُمّ سلمہ سے ہوا۔ اس کے بعد ۴ھ میں رسولؐ نے اُمّ سلمہ سے عقد فرمایا۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

قبیلہ

اُمّ سلمہؑ اور ابو سلمہؓ دونوں کا تعلق قبیلۂ بنی مخزوم سے تھا۔ بنی مخزوم، مخزوم بن یقظہ بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن منیر بن مالک بن نفر سے تھا۔

بنی مخزوم کی فضیلت کے بارے میں ابنِ ہشام رقم طراز ہیں:

''(جب رسولؐ نے مسلمانوں کو پوشیدہ طور پر مکے سے مدینے ہجرت کرنے کا حکم دیا تو) مہاجرین صحابہ میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے صحابی قریش کے قبیلے بنی مخزوم میں سے تھے''۔(۱)

اُمِّ سلمہؑ کا اسلام لانا

آپ دعوتِ توحید کے اوائل ہی میں اسلام لائیں(۲)۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے شوہر ابو سلمہ کے ہمراہ رسولؐ کے دارارقمؓ میں جانے سے قبل اسلام لائیں(۳)۔

تاریخ میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہجرتِ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں اُمِّ سلمہؑ شریک تھیں اس کے بعد ہجرتِ مدینہ میں، پھر رسولؐ کی وفات کے بعد اہلِ بیتؑ کے ہمراہ زندگی بسر کرنا اور پھر جنگِ جمل میں اپنے بیٹے عمرو کو علیؑ کے ساتھ جنگ کے لیے بھیجنا یہ تمام باتیں حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کے ایمان کی قوی دلیلیں ہیں۔ ان تمام حالات اور دلائل کو ہم بہ تفصیل آگے

---

(۱) ''سیرتِ ابن ہشام''، ج اوّل، ص ۳۱۰۔

(۲) ''حبیب کبریا کے تین سو اصحاب''، ص ۳۰۶۔

(۳) ''سیرت رسولؐ''، ج دوم، ص ۱۵۰۔ ظفر حسن قبلہ امروہوی۔

تحریر کریں گے جو اُمِّ سلمہؑ کے اسلام کی قوی دلیلیں ہیں، اس لیے کہ اُمِّ سلمہؑ کو اپنے بیٹے عمرو کو علیؑ کے ساتھ میدانِ جنگ میں بھیجنا اور علیؑ کا عمرو کی تعریفیں کرنا[1] اُمِّ سلمہؑ کی اسلامی اصولوں کے مطابق کی ہوئی پرورش کو روزِ روشن کی طرح واضح کرتا ہے۔

والدین

آپ کے والد کا نام سہل یا سہیل تھا، بعض نے حذیفہ بھی تحریر کیا ہے[2]، زاد الراکب کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا شجرۂ نسب یہ ہے:

ابی امیہ سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن منیر بن مالک بن نفر ہے۔

آپ قبیلۂ بنی مخزوم کے رئیس تھے۔ ان کا عقد رسولؐ کی پھوپھی عاتکہ بنتِ عبدالمطلبؑ سے ہوا تھا۔[3] ان سے اُمِّ سلمہؑ کے بھائی عبداللہ پیدا ہوئے۔ ان کی دوسری زوجہ عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ تھیں۔ ان سے اُمِّ سلمہؑ کی ولادت ہوئی۔[4]

بعض حضرات نے عاتکہ بنتِ عبدالمطلب عمۂ رسولؐ کو اُمِّ سلمہؑ کی والدہ تحریر کر دیا ہے مگر میری تحقیق کے مطابق آپ کی والدہ عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ ہی تھیں۔ عاتکہ بنتِ عبدالمطلب اُمِّ سلمہؑ کی والدہ تو تھیں مگر سوتیلی تھیں، سگی والدہ نہ تھیں۔ اسی قسم کی تحقیق علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ نے اور ''حیات القلوب'' میں علامہ مجلسیؒ نے تحریر کی ہے۔

اس کے علاوہ ابنِ شہر آشوب نے ''عمدۃ المطالب میں صفحہ نمبر ۱۲۸ پر تحریر کیا ہے کہ

---

(۱) ان واقعات کو جنگِ جمل کے حالات میں تلاش کریں (مصنف)

(۲) ''حبیبِ کبریا کے تین سو اصحاب''، ص ۳۶۰۔

(۳) ''شہادتِ کبریٰ''، ج اوّل، ص ۱۷۰۔ ''حبیبِ کبریا کے تین سو اصحاب''، ص ۳۶۰۔

(۴) ''اسوۃ الرسول''، ج سوم، ص ۵۰۸۔ فوق بلگرامی، ''حیات القلوب''، ج دوم، ص ۸۸۱۔

اُمّ سلمہؑ کی والدہ عاتکہ بنتِ عبدالمطلبؑ کی پھوپھی تھیں۔ عاتکہ بنتِ عبدالمطلبؑ کی پھوپھی عاتکہ بنتِ عامر والدۂ اُمِ سلمہؑ تھیں۔

ابی امیہ، والدِ اُمِ سلمہؑ کے مختصر حالات

آپ اپنے قبیلے بنو مخزوم کے رئیس تھے۔ نہایت دریا دل اور سخی آدمی تھے۔ جب کسی سفر پر جایا کرتے تھے تو اپنے تمام ساتھیوں کی خوراک اور دوسری ضریات کا بوجھ خود اٹھاتے تھے۔ کسی سفر پر جاتے تو سب کا خیال رکھتے۔ اسی سبب سے لوگ آپ کو ''زادالراکب'' یعنی توشۂ مسافر کہا کرتے تھے۔[1]

ان کا بھائی ہشام بن مغیرہ ابوجہل کا باپ تھا۔ جب رسولؐ نے دعوت توحید کا آغاز کیا اس وقت آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔[2]

آپ اسلام سے مشرف تو نہ ہو سکے مگر آپ کی اولاد نے اسلام میں کارہائے نمایاں انجام دیے جس طرح سے آپ کی بیٹی حضرت اُمِ سلمہؑ کو اُمّ المومنین کا شرف حاصل ہوا۔

تاریخِ اسلام میں آپ کے واقعات تو دستیاب نہیں ہیں مگر جتنے ہمیں ملے ہیں ہم نے لفظ بہ لفظ یہاں نقل کر دیے ہیں۔

ان کی اولاد میں عبداللہ، مہاجر، زہیر اور اُمِ سلمہؑ شامل ہیں۔

عاتکہ والدۂ اُمِ سلمہؑ کے مختصر حالات

اُمِ سلمہؑ کی والدہ کا نام عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ تھا۔ شوہر ابی امیہ مخزومی تھے۔ عاتکہ بنتِ عامر کی والدہ لیلیٰ بنتِ ابوخثیمہ بن غانم بن عبداللہ بن لوف بن عبید بن عویج بن عدی

---

(۱) ''حیات القلوب''، ج دوم، ص ۸۸۱، ''شہادتِ کبریٰ''، ج اوّل، ص ۱۷۰۔

(۲) ''حبیبِ کبریا کے تین سو اصحاب''، ص ۳۶۰۔

بن کعب تھیں اور ان کے شوہر عامر بن ربیعہ اُمِّ سلمہؑ کے نانا تھے جو بنی عنز بن وائل میں آلِ خطاب کے حلیف تھے۔ لیلیٰ اور عامر دونوں نے ساتھ ساتھ ہجرتِ حبشہ کی، دونوں ہجرتوں میں شریک رہے۔ ان کا تعلق قبیلۂ بنی عدی بن کعب سے تھا*۔

یہ بھی غریبۂ تاریخ ہیں اور ان کے حالات بھی بہت کم ہیں لہٰذا جتنے ممکن تھے ہم نے تحریر کر دیے ہیں۔

اُمِّ سلمہؑ کے چند رشتوں کا بیان

حضرت اُمِّ سلمہؑ کو اپنے شوہر ابوسلمہ کی رحلت کے بعد زوجۂ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے رسولؐ سے بہت نسبی رشتے ہیں کہ رسولؐ کی پھوپھی عاتکہ بنتِ عبدالمطلبؑ اُمِّ سلمہؑ کی والدہ تھیں۔ حضرت حمزہؑ کی بیٹی امامہ اُمِّ سلمہؑ کی بڑی بہو تھیں۔ اُمِّ سلمہؑ رسولؐ کی پھوپھی زاد تھیں۔ اس کے علاوہ رسولؐ کی پھوپھی برّہ بنتِ عبدالمطلبؑ حضرت اُمِّ سلمہ کی ساس تھیں اس لیے کہ اُمِّ سلمہؑ کے شوہر ابوسلمہ برّہ بنتِ عبدالمطلبؑ کے بیٹے تھے اور رسولؐ کے پھوپھی زاد تھے۔

حضرتِ ابوسلمہؑ کا تعارف

نام عبداللہ ہے، کنیت ابوسلمہ ہے، اُم المومنین اُمِّ سلمہؑ کے پہلے شوہر ہیں اور رسولؐ کی پھوپھی برّہؑ بنتِ عبدالمطلبؑ کے بیٹے ہیں۔ حضرتِ ابوطالبؑ اور عبداللہ والدِ رسولؐ آپ کے ماموں تھے۔ آپ کے والد کا نام عبداللہ بن عبدالاسد تھا۔ شجرۂ نسب یہ ہے:

عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القریشی۔

* ''سیرتِ ابنِ ہشام''، ج اوّل، ص۲۱۲۔

اور والدہ کا شجرہ یہ ہے:

برّہ بنتِ عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب۔

ابوسلمہؑ اور ان کے والد کا تعلق بنی مخزوم سے تھا اور والدہ برّہ بنتِ عبدالمطلبؑ کا تعلق بنی ہاشم سے تھا۔ آپ رسولؐ کے دارارقمؓ میں جانے سے قبل اسلام لائے[1] اور اسلام لانے میں آپ کا نمبر گیارھواں ہے۔[2] جنگِ بدر اور احد میں شریک رہے اور آپ کو رسولؐ نے بنی اسد سے جنگ کرنے کے لیے سریہ ابوسلمہؑ کا سردار بنا کر بھیجا اور یہ سریہ آپؑ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ آپ سے اُمِ سلمہؑ کے ہاں چار اولادیں ہوئیں:

سلمہؓ، عمرؓ، زینبؓ اور درّہؓ۔ ان چاروں کو ربیبہ، رسولؐ ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی انھوں نے آغوشِ رسالت میں پرورش پائی تھی۔

ابوسلمہؓ رسولؐ کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی بھی تھے۔

ابوسلمہؑ اور اُمِ سلمہؑ کی محبت

حضرتِ ابوسلمہؑ اُمِ سلمہؑ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ آپ کی محبت کا ایک واقعہ ہم یہاں تحریر کرتے ہیں جس سے حضرتِ ابوسلمہؑ اور اُمِ سلمہؑ کی محبت روزِ روشن کی طرح آشکار ہوجاتی ہے۔

”ایک دن اُمِ سلمہؑ نے کہا میں نے سنا ہے کہ اگر مومن شوہر مر جائے اور عورت دوسرا نکاح نہ کرے تو جنت کا محبت سے آباد کرنے والا (خدا) دونوں کو اُس دنیا میں بھی ساتھ کر دیتا ہے۔ آیئے، ہم اور آپ عہد کریں کہ جو کوئی باقی رہ جائے وہ عقد نہ کرے گا۔ ابوسلمہؑ نے بڑی توجہ سے گفتگو سنی اور اُمِ سلمہؑ کے گوشۂ دل میں جو پاکیزہ خیال تھا اس کا اندازہ کر کے کہنے لگے کہ تم

(۱) ”سیرت الرسولؐ“، ج دوم، ص ۱۵۰۔

(۲) ”حبیبِ کبریا کے تین سو اصحاب“، ص ۳۶۰۔

میرے بعد اپنی زندگی بیوگی میں بسر نہ کرنا اور اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالنا۔ پھر کہا کہ میں جو کچھ کہوں اس کو مانو گی؟ اُمِّ سلمہؑ نے اقرار کیا اور فرمایا کہ آپ کی اطاعت مجھ پر فرض ہے۔ ابو سلمہؑ نے کہا میں حکم دیتا ہوں کہ تم میرے بعد نکاحِ ثانی ضرور کرنا۔ یہ کہہ کر ابو سلمہؑ نے دعا کی "اے خداوندا میرے بعد اُمِّ سلمہؑ کو مجھ سے بہتر شوہر عطا فرما"*

آخر ابو سلمہؑ کی دعا بر آئی اور اللہ نے اُمِّ سلمہؑ کو رسولؐ جیسا شوہر عطا کیا۔

قریش کی ایزا رسانیوں کا آغاز

چالیس سال کی عمر میں رسولؐ کو ظاہری نبوت ملنے کے بعد جب خفیہ طور پر لوگ مسلمان ہوتے رہے اس وقت کفارِ مکہ کو اس کی خبر نہ تھی مگر جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَاتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ

(پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء)

(اے رسولؐ) اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کیجیے۔

اس آیت کے نازل ہوتے ہی رسولؐ نے حضرتِ ابو طالبؑ کے گھر میں دعوت کا اہتمام کیا اور حضرتِ علیؑ کو حکم دیا کہ طعام کا اہتمام کریں۔ آخر تمام لوگ جمع ہوئے اور حضرتِ ابو طالبؑ کے گھر میں طعام نوش کیا مگر جب رسول اللہؐ تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور حکم خدا پہنچانا چاہتے تھے کہ ابولہب نے سب سے کہا کہ محمدؐ دیوانہ ہے، اس کی باتوں کو نہ سننا۔ یہ سن کر سارے لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اسی طرح تین دن ہوئے کہ رسولؐ نے دعوت کا اہتمام کیا اور طعام نوشی کے بعد پھر ابولہب نے ٹوکا اور سارے واپس چلے گئے۔ آخر چوتھے دن ابولہب پھر اسی طرح کھڑا ہوا اور لوگوں کو بہکانے ہی والا تھا کہ حضرتِ

* "طبقات ابنِ سعد"، جلد ۸، "ناسخ التاریخ"، جلدِ اوّل، ص ۶۱۵۔

ابوطالبؑ نے ابولہب کو ڈانٹ کر بٹھا دیا۔ تب رسولؐ نے سب کو خدا کا پیغام دیا اور بتایا کہ میں نبیِؐ برحق ہوں اور بہ حکمِ خدا آیا ہوں۔ اس کام میں جو میری نصرت وحمایت کرے گا وہی میرا جانشین وخلیفہ ہوگا۔ سارے مجمع میں سکوت طاری تھا مگر علیؑ بن ابوطالبؑ اٹھے اور کہا کہ میں اس کام میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ سن کر تمام مجمع ہنس پڑا اور حضرتِ ابوطالبؑ سے یہ کہتے ہوئے نکلا کہ کل تک تو محمدؐ کی اطاعت کرتے تھے آج سے بیٹے کی بھی اطاعت کرنا۔(۱)

اس واقعے کے بعد سے کفار کی دشمنیوں کا آغاز شروع ہوا۔ رسولؐ راستہ چلتے تو کانٹے بچھاتے، حالتِ نماز میں اوجھڑی ڈالتے، سر پر کوڑا کرکٹ ڈالتے۔ غرض یہ کہ کفار نے رسولؐ کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور دوسری طرف مسلمانوں میں بلالؓ کے شکم پر پتھر، خبابؓ آگ کے شعلوں پر، یاسرؓ اور سمیہؓ تپتی دھوپ میں زخمی نظر آتے ہیں۔

بہرحال جب کفار حد سے بڑھ گئے اور مسلمانوں کو ستانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور باز نہ آئے تو رسولؐ نے مسلمانوں کو حبش کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ ہجرت کرنے والا یہ لشکر چودہ سے پندرہ افراد پر مشتمل تھا جن میں اُمِ سلمہؑ اور ابوسلمہؓ بھی تھے۔(۲)

ہجرتِ حبشہ

شیخ طوسی علی ابنِ ابراہیم اور دوسرے محدثین نے بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ کی دعوتِ تبلیغ کو قوت حاصل ہوئی اور کچھ لوگ آنحضورؐ کے دین میں شامل ہو گئے۔ کفارِ قریش نے آپس میں اتفاق کیا کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کو آزار و تکلیفیں پہنچائیں کہ شاید وہ آنحضرتؐ کے دین سے پلٹ آئیں۔ یہ مشورہ کر کے ہر قبیلے کے لوگ اپنے قبیلے کے ان لوگوں کو اذیتیں دینے پر آمادہ ہوئے جو مسلمان ہو گئے تھے اور چونکہ آنحضرتؐ ابھی خدا کی جانب سے کافروں کے ساتھ جہاد پر مامور نہ ہوئے تھے کہ بعثت کے پانچویں سال

---

(۱) ''تاریخِ اسلام''، ص ۳۰۵۔ بشیر انصاری، فاتحِ ٹیکسلا۔ اس کتاب میں اس واقعے کو بہ تفصیل ملاحظہ کریں۔

(۲) ''حیات القلوب''، ج دوم، ص ۴۸۳۔

خدا کے حکم سے مسلمانوں کے ایک گروہ کو حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا اور فرمایا کہ بادشاہِ حبشہ جس کو نجاشی کہتے ہیں اور اس کا نام اصحمہ ہے وہ نیک بادشاہ ہے۔ وہ نہ ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم ہونے دیتا ہے۔ اس کے پاس چلے جاؤ اور اس کی پناہ میں رہو یہاں تک کہ خداوند کریم مسلمانوں کو کشائش بخشے۔ ان کی ہجرت میں جو مصلحتیں تھیں وہ نجاشی اور اہلِ حبشہ کے اسلام کا سبب ہوئیں اور اس کا اسلام مسلمانوں کی قوت کا باعث ہوا۔ غرض گیارہ مرد اور چار عورتیں پوشیدہ طور پر مکے سے نکل کر حبشہ روانہ ہوئے۔ اُن میں عثمان (بن عفان) اور آنحضرت کی ربیبہ (رقیہ بنتِ ہالہ دخترِ خدیجہؑ) بھی تھیں جو ان کی زوجہ تھیں اور زبیر (بن عوام) عبداللہ بن مسعود، عبدالرحمٰن بن عوف، ابو حذیفہ اور ان کی زوجہ سہلہ و مصعب بن عمیر، ابو سلمہؓ بن عبدالاسد اور اُن کی زوجہ اُمِ سلمہؑ دختر ابوامیہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور ان کی زوجہ، لیلیٰ بنتِ ابوخثیمہ (اُمِ سلمہؑ کے نانا اور نانی)، خاعب بن عمر اور سُہیلی بن بیضا تھے۔ یہ سب لوگ اکیلے اکیلے خفیہ طور پر روانہ ہوئے۔ جب دریا کے کنارے پہنچے تو تجارت کی کشتی وہاں موجود تھی، اس پر سوار ہو کر حبشہ کی طرف چلے۔ کفار قریش کو معلوم ہوا تو اس کے پیچھے دوڑے لیکن ان کو نہ پا سکے۔ وہ لوگ ماہِ شعبان اور رمضان میں نجاشی کے ملک میں رہے اور ماہِ شوال میں واپس آ گئے اور ہر ایک اہلِ مکہ میں سے ایک شخص کی امان میں داخل ہوا سوائے عبداللہ بن مسعودؓ کے کہ وہ حبشہ واپس چلے گئے۔ اس ہجرت کے سبب مسلمانوں پر اہلِ مکہ کی جانب سے زیادہ سختی ہونے لگی اور ان پر ظلم و ستم زیادہ ہونے لگا۔*

حبش سے واپسی کا سبب

تمام مسلمان حبشہ میں آرام و چین کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ ایک دن حبشہ میں یہ افواہ پھیلی کہ تمام کفارِ مکہ مسلمان ہو گئے۔ اس خبر کو سن کر تمام مہاجرین نے سامان باندھا اور مکے کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مکے کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ جو خبر ان تک پہنچی تھی کہ

---

* ''حیات القلوب''، ج دوم، ص ۴۸۳۔

کفارِ مکہ مسلمان ہو گئے ہیں جھوٹی ہے۔

اس کے بعد سب کے سب مہاجرین مکے میں کسی نہ کسی کی پناہ میں داخل ہو گئے اور حضرتِ ابوسلمہؑ اور اُمِّ سلمہؑ کو پناہ دینے والے حضرت ابو طالبؑ تھے۔[1]

عبداللہ بن مسعودؓ پر بہت زیادہ ظلم ہوا تھا اس لیے وہ واپس حبشہ چلے گئے۔

حضرتِ ابوسلمہؑ کے لیے فرمانِ حضرت ابو طالبؑ

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ ابوسلمہؑ (حبشہ سے واپسی کے بعد) جب ابو طالبؑ کی پناہ میں داخل ہوئے تو بنی مخزوم میں سے چند اشخاص ابو طالبؑ کے پاس آ گئے اور کہنے لگے کہ تم نے اپنے بھتیجے محمدؐ کو تو اپنی پناہ میں خیر رکھا ہی ہے مگر ہمارے بھائی ابوسلمہؑ کو تم نے پناہ کیوں دی ہے؟

ابو طالبؑ نے کہا وہ میرا بھائی ہے۔ اگر بھتیجے کو پناہ نہ دیتا تو بھانجے کو بھی پناہ نہ دیتا۔[2]

ابولہب نے ان مخزومیوں سے کہا کہ تم ہمیشہ ہمارے بزرگ ابو طالبؑ کو آ کر ستاتے ہو اور طرح طرح کی باتیں کہتے ہو۔ اگر تم باز نہ رہو گے تو یاد رکھنا کہ میں بھی ہر ایک کام میں ان کے ساتھ شریک رہوں گا۔

ابولہب چونکہ رسولؐ کی عداوت میں ان کا ساتھ دیتا تھا اس سبب سے ابولہب کے کہنے سے یہ لوگ متنبہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم کچھ نہیں کہتے، ہم جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ سب کے سب وہاں سے چلے گئے۔[3]

---

(۱) ''حبیبِ کبریا کے تین سو اصحاب''، ص ۳۰۸، ''سیرتِ ابن ہشام''، ج اوّل، ص ۲۴۴۔

(۲) ابوسلمہؑ کی والدہ برّہ بنت عبدالمطلبؑ ابو طالبؑ کی بہن تھیں۔ اس حساب سے ابوسلمہؑ ابو طالبؑ کے بھانجے تھے۔ (مصنف)

(۳) ''سیرتِ ابنِ ہشام''، ج اوّل، ص ۲۴۴۔

اُمِّ سلمہؑ کی حبشہ کی طرف دوسری ہجرت

جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ ہجرتِ حبشہ سے واپسی کے بعد کفارِ مکہ کا ظلم وستم اور بڑھ گیا اور مسلمانوں کی زندگی پہلے سے زیادہ سخت کر دی گئی تو رسولؐ نے مسلمانوں کو دوبارہ ہجرتِ حبشہ کا حکم دیا۔ یہ ہجرت بعثت کے چھٹے یا ساتویں سال ہوئی۔ اس سال مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اسی لیے اس ہجرت کے قافلے کے کل افراد بہتّر یا بیاسی تھے اور اس قافلے کے سپہ سالار حضرتِ جعفرِ طیارؑ بن ابو طالبؑ تھے۔ اس قافلے میں مندرجۂ ذیل افراد شامل تھے:

بنو اُمیہ:

○ عثمان بن عفان مع زوجہ رقیہ ○ عمر بن سعید مع زوجہ فاطمہ بنتِ مظعون ○ خالد بن سعید مع زوجہ امینہ یا ہمینہ۔

بنو ہاشم:

○ حضرتِ جعفرِ طیارؑ مع زوجہ اسماءؑ بنتِ عمیس۔

بنو اسد بن خزیمہ:

○ عبداللہ بن جحش ○ عبیدہ بن جحش مع زوجہ اُمِّ حبیبہ بنتِ ابوسفیان ○ قیس بن عبدالاسدی مع زوجہ پرکتہ بنتِ یسار ○ معیقیب بن ابی فاطمہ۔

بنو عبدالشمس:

○ حذیفہ بن عتبہ ○ ابوموسیٰ اشعری حلیف آلِ عتبہ

بنو نوفل بن عبدالمطلبؑ:

○ عتبہ بن غزوان۔

بنی مخزوم قبیلہ اُمِّ سلمہؑ:

○ ابوسلمہؑ بن عبدالاسد مع زوجہ ○ اُمِّ سلمہؑ بنتِ ابی اُمیہ ○ شماس عثمان بن عبد ○ ہبار بن سفیان ○ عبداللہ بن سفیان ○ ہشام بن ابو حذیفہ ○ سلمہ بن ہشام ○ عباس بن ربیعہ ○ معتب بن عوف (حلیف)۔

بنی جمح:

○ عثمان بن مظعون ○ سائب بن عثمان ○ قدامہ بن مظعون ○ عبداللہ بن مظعون حاطب بن حرث ○ فاطمہ بنتِ مجال ○ محمد بن حاطب ○ حرث بن حاطب ○ خطاب بن حرث ○ فکہیہ بنتِ یسار ○ سفیان بن معمر ○ جابر بن سفیان ○ نبادہ بن سفیان ○ بی بی حسینہ ○ شرجیل بن حسینہ (مادری بھائی حسینہ کے) ○ عثمان بن ربیعہ۔

بنی اسد بن عبدالعزّیٰ:

○ یزید بن ربیعہ ○ عمر بن امیہ۔

بنی عبد قصیٰ:

○ طیب بن عمر۔

بنی عبدالدار:

○ مصعب بن عمیرہ ○ سویبط بن ہاشم ○ جنم بن قیس ○ عقیس بن عامر ○ عامر بن ابی وقاص ○ جزیمہ بنتِ جہم ○ ابوالروم بن عمیر ○ فراس بن نضر۔

بنی زہرہ:

○ عبدالرحمٰن بن عوف ○ عامر بن ابی وقاص (بعض نے ان کو بنی عبدالدار میں بھی تحریر کیا ہے*۔ ○ ابی وقاص مالک بن اہیب ○ مطلب بن ازہر مع زوجہ رملہ۔

بنی یتیم بن زہرہ:

○ حرث بن خالد مع زوجہ ریطہ ○ عمر بن عثمان۔

* ''اسوۃ الرسولؐ''، ج دوم، ص ۲۳۵۔

بنی ہذیل:

○ عبداللہ بن مسعود ○ عتبہ بن مسعود اور مقداد بن اسود۔

بنی سہم:

○ خنیس بن خذافہ ○ عبداللہ بن حرث ○ ہشام بن عاص ○ عاص بن وایل ○ معمر بن حرث ○ بشر بن حارث ○ سعید بن عمر ○ عمیر بن رعاب ہ۔

بنوزبیر:

○ محمیہ بن خیر۔

بنی عدی بن کعب:

○ معمر بن عبداللہ ○ عروہ بن عبدالعزیٰ ○ عدی بن نصلہ ○ نعمان بن عدی ○ عامر بن عدی (ربیعہ) ○ لیلیٰ بنتِ ابوخثیمہ (یہ دونوں امِّ سلمہؓ کے نانا اور نانی ہیں)۔

بنی عامر بن لوی:

○ ابو میرہ بن ابی ارہم ○ اُمِّ کلثوم بنتِ سہل ○ عبداللہ بن مخزمہ ○ عبداللہ بن سہیل ○ سلیط بن عمرو ○ سکران بن عمرو ○ سودہ بنتِ زمعہ ○ مالک بن ربیعہ ○ عمرہ بنتِ سعدی ○ ابوحاطب بن عمر ○ سعد بن خولہ۔

بنی حرث بن منیر:

○ ابوعبیدہ الجراح ○ سہیل بن بیضاء ○ عمر ابنِ ابی سراج ○ عیاض بن زبیر ○ عمر بن حرث ○ عمر بن عبد غنم ○ سعد بن عبدالقیس ○ حرث بن عبدالقیس*۔

---

* یہ تمام مہاجرین کے نام ہم نے فوق بلگرامی کی کتاب 'اسوۃ الرسولؐ'، ج دوم کے صفحہ نمبر ۲۳۶ سے اور 'سیرت ابنِ ہشام' کی جلدِ اوّل کے صفحہ نمبر ۲۰۸ تا ۲۱۳ تک سے لیے ہیں۔ (مصنف)

حبشہ کی کہانی امِّ سلمہ علیہا کی زبانی

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ حضرتِ امِّ سلمہؑ بنتِ ابی امیہ سے روایت ہے کہ جب ہم (تمام مہاجرینِ حبشہ) حبشہ میں تھے تو نجاشی بادشاہِ حبش کے پاس ہم بہت امن سے تھے، کوئی برائی کی بات ہمارے سننے میں نہ آئی تھی اور ہم اپنے دین (اسلام) کے کام بخوبی انجام دیتے تھے۔ چنانچہ قریش نے اپنے میں سے بہادروں کو، جو عبداللہ بن ربیعہ* اور عمرو بن عاص تھے، نجاشی کے پاس مکے کی عمدہ عمدہ چیزیں تحفے کے واسطے دے کر روانہ کیا تا کہ نجاشی اور اس کے تمام افسران اور ارکانِ سلطنت کو وہ تحفے تقسیم کریں اور یہ کہہ دیا کہ نجاشی اور اس کے لوگوں کو یہ تحفے دے کر ان سے درخواست کرنا کہ مسلمانوں کو تمھارے ساتھ روانہ کر دے اور اس طرح یہ کارروائی کرنا کہ مسلمانوں سے وہ دریافت کرنے نہ پائے (کہ تمھارا اسلام کیا ہے)۔

یہ دونوں شخص نجاشی کے پاس آئے اور پہلے اس کے ارکانِ سلطنت سے مل کر ان کو تحفے اور ہدیے دیے اور ان سے کہا کہ ہمارے شہر سے چند جاہل نوعمر لوگ اپنا قدیمی دین و مذہب ترک کر کے یہاں چلے آئے ہیں اور تمھارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں اور ایک ایسا نیا مذہب اختیار کیا کہ جس کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ تم جانتے ہو۔ اب ہم بادشاہ کے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ان لوگوں کو بادشاہ ہمارے حوالے کر دے اور آپ سے یہ بات چاہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی بادشاہ کے حضور میں ہماری تائید کریں۔ ان سب (ارکانِ سلطنت) نے قبول کیا۔

پھر ان دونوں نے وہ ہدیے جو بادشاہ کے لیے لائے تھے اس کے حضور پیش کیے۔ اُس نے قبول کیے پھر ان سے گفتگو کی۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے بادشاہ ہماری قوم میں سے چند نوعمر جاہل اپنے قومی مذہب کو ترک کر کے یہاں چلے آئیں ہیں اور آپ کا مذہب

* علامہ مجلسی نے ان کا نام عمارہ لکھا ہے۔ دیکھو "حیات القلوب"، ج دوم، ص ۴۸۳۔

(عیسائیت) بھی اختیار نہیں کیا ہے، ایک ایسے نئے مذہب کے پیرو ہوئے ہیں جس کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ تم جانتے ہو۔ ان کے والدین اور کنبے والوں اور ان کی قوم نے ہم دونوں کو اسی واسطے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ ان کو ہمارے ساتھ روانہ کردیں۔ نجاشی کے افسرانِ سلطنت اور علمائے مذہب نے بھی ان دونوں کے قول کی تائید کی اور کہا بے شک ان لوگوں کو ان کے ساتھ کردینا چاہیے۔

امّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی کو اس بات پر بہت غصہ آیا اور کہا قسم ہے خدا کی میں ہرگز ان مہمانوں کو جو میرے ہاں آئے ہیں ان کے سپرد نہ کروں گا۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جو لوگ میرے پڑوس میں میری سلطنت کے اندر آکر رہیں اور دیگر ممالک میں میرے ملک کو اور مجھ کو اختیار کریں میں ان کے ساتھ ایسا سلوک کروں۔ میں ان سے ان دونوں سفیروں کے قول کے بارے میں دریافت کرتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اگر واقعی یہی بات ہے جو یہ دونوں کہتے ہیں تو میں ان کو ان کے حوالے کروں گا اور ان کی قوم کے پاس بھیج دوں گا اور اگر کوئی اور بات ہے تو نہ بھیجوں گا اور ان کو بہت عزت سے اپنے پاس رکھوں گا۔

امّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ پھر نجاشی نے اصحابِ رسولؐ کو بلایا۔ جب بلانے والا ان (اصحابِ رسولؐ) کے پاس آیا تو یہ سب لوگ جمع ہوئے اور صلاح کی کہ بادشاہ کے سامنے کیا کہنا چاہیے۔ آخر سب کی یہی رائے ہوئی کہ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہی کہیں اور جو ہمارے نبیؐ نے ہم کو حکم فرمایا ہے وہی بیان کریں، جو کچھ ہونے والا ہے وہی ہوگا۔ پھر یہ سب لوگ نجاشی کے پاس حاضر ہوئے اور نجاشی نے اپنے علمائے مذہب کو بھی بلوا رکھا تھا۔ جب یہ لوگ پہنچے تو انھوں نے نجاشی کے گرد اپنی کتابیں کھول رکھی تھیں۔ نجاشی نے ان سے کہا کہ وہ کون سا مذہب ہے جو تم نے اختیار کیا ہے اور اپنی قوم کا مذہب چھوڑ دیا ہے اور کسی مذہب میں بھی نہیں داخل ہوئے۔

حضرتِ جعفرِ طیارؑ کی تقریر اُمِّ سلمہؑ کی زبانی

امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ صحابہ میں سے حضرتِ جعفر بن ابی طالبؑ نے گفتگو شروع کی اور عرض کیا کہ اے بادشاہ ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں بتوں کی پوجا کرتے تھے، یہ ہمارا مذہب تھا۔ مردار خوری کرتے تھے، فواحش اور گناہ کا ارتکاب ہمارا وتیرہ تھا، قطعِ رحمی اور پڑوس کی حق تلفی اور ظلم وستم کو ہم نے جائز قرار دے رکھا تھا۔ جو زبردست ہوتا وہ کمزور کو کھا جاتا۔ ہم ایسی ہی ذلیل حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم پر کرم کیا اور اپنا رسولؐ ہم میں ارسال فرمایا جس کے نسب اور شرف اور صدق وامانت اور پاکدامنی سے ہم خوب واقف ہیں۔ اُس رسولؐ نے ہم کو توحیدِ الٰہی اور معرفت کی طرف بلایا اور بت پرستی جو ہمارے باپ دادا سے چلی آئی تھی اس سے ہم کو منع کیا اور سچی بات اور امانت اور قطعِ رحمی اور پڑوس کے حقوق اور گناہوں سے بچنے اور فواحش کے ترک کرنے کا حکم دیا اور یتیم کا حق تلف کرنے اور نیک عورتوں کو بری تہمت لگانے سے منع فرمایا اور خدائے واحد کی عبادت اور نماز اور روزہ اور زکوٰۃ کو ہم پر فرض کیا۔

غرضیکہ حضرتِ جعفرِ طیارؑ نے تمامِ احکامِ اسلام نجاشی کو بتائے اور کہا کہ ہم نے اُس رسولؐ کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور ہم نے شرک وکفر چھوڑ دیا اور جس چیز کو رسولؐ اللہ نے حلال بتایا ہم نے حلال سمجھا اور جس کو حرام بتایا ہم نے حرام سمجھا۔ ہماری قوم نے اس دینِ حق کے اختیار کرنے پر ہم کو تکلیفیں پہنچائیں اور ہم کو بہت ستایا تا کہ ہم اس دین کو ترک کردیں اور بتوں کی پرستش اختیار کریں اور جس طرح کہ وہ برے کاموں کو حلال سمجھتے ہیں ہم بھی حلال سمجھیں۔ جب ان کا ظلم ہم پر حد سے زائد ہوا اور انھوں نے ہمارا وہاں رہنا دشوار کردیا تو ہم وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور آپ کے ملک کو ہم نے پسند کیا اور آپ کے پڑوس کو ہم نے ترجیح دی اور اے بادشاہ ہم کو امید ہوئی کہ ہم یہاں ظلم سے محفوظ رہیں گے۔

نجاشی نے جعفرِ طیارؑ سے پوچھا کہ جو کچھ تمھارے نبیؐ پر نازل ہوتا ہے اس میں سے کچھ تمھارے پاس ہے یعنی تم کو کچھ یاد ہے؟ حضرتِ جعفرِ طیارؑ نے کہا ہاں یاد ہے۔ نجاشی نے کہا پڑھو۔ چنانچہ حضرتِ جعفرِ طیارؑ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی اور نجاشی نے اس کو سن کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ نجاشی کی ڈاڑھی پر سے آنسو گرنے لگے اور جس قدر علمائے مذہب اس کے گرد بیٹھے تھے سب پر گریہ طاری ہوا اور اس قدر روئے کہ جو کتابیں ان کے آگے کھلی ہوئی تھیں وہ سب تر ہو گئیں۔ جب جعفرؑ پڑھ چکے تو نجاشی نے کہا بے شک یہ وہی کلام ہے جو عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے، یہ اور وہ ایک ہی مرکزِ نور سے نکلے ہیں۔ پھر عمرو بن عاص سے کہا کہ تم دونوں چلے جاؤ۔ میں ان لوگوں کو تمھارے ساتھ روانہ نہ کروں گا۔

اُمِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ عمرو بن عاص جب نجاشی کے پاس سے باہر نکلا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں کل ایسی ترکیب کروں گا جس سے ان لوگوں کا پورا استقبال ہو جائے گا۔ عبداللہ بن ربیعہ (یا عمارہ) جو ایک رحم دل شخص تھا اس نے کہا کہ ایسا نہ کرنا چاہیے کیونکہ پھر آخر یہ لوگ ہمارے رشتہ دار ہیں، اگرچہ دین میں ہمارے مخالف ہو گئے ہیں تو ہو جائیں مگر ایسا نہ کرنا چاہیے۔

عمرو بن عاص نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ میں کل نجاشی سے ضرور کہوں گا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کی نسبت سخت بات کہتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے روز نجاشی سے اس نے یہ بات کہی۔ نجاشی نے صحابہؓ کو طلب کیا تا کہ ان سے دریافت کرے۔

اُمِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ جیسا اس روز فکر و تردّد ہم کو لاحق ہوا ایسا (حبش میں) کسی روز نہیں ہوا۔ سب صحابہ جمع ہوئے اور یہی رائے قرار پائی کہ جو کچھ بات ہو صاف کہہ دو۔ جو کچھ خدا کو منظور ہے وہی ہو گا۔ چنانچہ جب اصحابِ رسولؐ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی نے سوال کیا:

نجاشی: عیسیٰؑ بن مریمؑ کی نسبت تم لوگ کیا خیال رکھتے ہو؟ (یہ یاد رہے کہ نجاشی عیسائی تھا)۔

جعفر طیارؑ: ہمارے نبیؐ پر ان کے متعلق یہی نازل ہوا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریمؑ کی طرف نازل کیا جو کنواری اور بزرگ و پاکیزہ تھیں۔

امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ یہ بات سن کر نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ واللہ! تم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے اس تنکے کے برابر بھی عیسیٰؑ زیادہ نہیں جو علماء نصاریٰ اور سردارانِ سلطنت اس وقت نجاشی کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ نجاشی کی اس بات سے بہت ناراض ہوئے اور فساد پر آمادہ ہو گئے۔ نجاشی نے کہا میں تم سے نہیں ڈرتا میں نے تم کو کچھ سخت نہیں کہا جس کا میں ذمہ دار ہوں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ میرے واسطے ایک سونے کا پہاڑ ہو۔ پھر ان دونوں (عبداللہ اور عمرو بن عاص) سے کہا کہ تم میرے ملک میں امن والے ہو۔ تم کو میں نے کچھ تکلیف نہیں دی۔ پھر نجاشی نے اپنے ملازموں سے مخاطب ہو کر کہا اور حکم دیا کہ یہ دونوں شخص جو کچھ ہدیہ اور تحفے لائے تھے فوراً واپس کر دو۔ قسم ہے خدا کی خدا نے جو یہ سلطنت مجھ کو عنایت کی ہے تو مجھ سے رشوت لے کر عنایت نہیں کی پس میں رشوت خور نہیں ہوں۔ جس بات میں لوگ میری اطاعت کرتے ہیں میں بھی اسی میں ان کا کہا مانتا ہوں۔

امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں پھر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ نجاشی کی سلطنت میں کوئی دعوے دار پیدا ہوا اور اس نے نجاشی پر لشکر کشی کی۔ فرماتی ہیں کہ اس خبر کو سن کر ہم لوگ بہت رنجیدہ ہوئے اور یہ خیال کیا کہ خدانخواستہ وہ باغی غالب ہوا تو نہ معلوم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے۔ فرماتی ہیں کہ نجاشی بھی اپنا لشکر لے کر اس کے مقابلے کو گیا اور دریائے نیل کے اس پار جنگ واقع ہوئی۔ فرماتی ہیں اصحابِ رسولؐ نے آپس میں کہا کوئی ایسا شخص ہو جو دریا کے پار جا کر جنگ کی خبر لائے کہ کیا معاملہ ہے۔ زبیر بن عوام* نے کہا کہ میں جاتا

* زبیر بن عوام ابوبکر کے داماد تھے۔ شروع میں حضرت علیؑ کے قریبی دوست تھے مگر بعد میں دشمن بن گئے اور روزِ جنگِ جمل حضرت عائشہ کے ہمراہ حضرت علیؑ سے جنگ کی اور ہلاک ہوئے۔ انھوں نے آپؑ کی بیعت کر کے توڑ دی تھی اور یہ شوریٰ کی مجلس میں بھی شریک تھے۔ چالاکی سے حضرتِ عثمان کو خلیفہ بنوایا تھا۔ (تفریق والتحریف فی اسلام، آغا سلطان مرزا)

ہوں۔ اصحابِؓ رسولؐ نے ایک مشک میں ہوا بھر کران کے حوالے کی اور وہ اس کو سینے تلے دبا کر تیرتے ہوئے دریا کے پار گئے اور وہاں سے سب حال کی تحقیق کر کے واپس آئے۔ فرماتی ہیں کہ ہم یہاں نجاشی کی فتح کے واسطے نہایت تضرع وزاری کے ساتھ خدا سے دعا کر رہے تھے کہ اتنے میں زبیر بن عوام واپس آئے اور کہا اے اصحابِؓ رسولؐ خوشخبری ہو کہ نجاشی کی فتح ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمن کو ہلاک کیا۔ فرماتی ہیں پھر تو نجاشی کی سلطنت خوب مستحکم ہوگئی اور جب تک ہم وہاں مقیم رہے نہایت راحت وآرام سے رہے یہاں تک کہ پھر رسولِؐ اکرم کی خدمت میں مکہ حاضر ہوئے۔

حضرتِ امِّ سلمہؑ کی زبانی ہم نے تمام روایات ''سیرتِ ابنِ ہشام'' سے نقل کی ہیں[1]۔

امِّ سلمہؑ کے ہاں فرزند کی ولادت

حبش میں آنے کے کچھ عرصے بعد حضرتِ امِّ سلمہؑ کے ہاں ایک فرزند کی ولادت ہوئی۔ ابوسلمہؓ نے ان کا نام 'سلمہ' رکھا۔ انھی سے امِّ سلمہؑ اور ابوسلمہؓ کی کنیت بنی[2]۔

بعض مورخین کے خیال کے مطابق سلمہؓ کے علاوہ حبش میں عمرو (عمر) اور زینب کی بھی ولادت ہوئی[3]۔

امِّ سلمہؑ کے علاوہ دوسرے مختلف اصحابؓ کے ہاں بھی فرزند ہوئے۔ مثلاً ابوحذیفہ بن عتبہ کے ہاں سہلہ بنتِ سہیل سے محمد پیدا ہوا، خالد بن سعید کے ہاں اُمینہ سے سعید پیدا ہوئے، مطلب بن ازہر کے ہاں رملہ سے عبداللہ پیدا ہوئے، حضرتِ جعفرِ طیارؓ کے ہاں اسماءؑ بنتِ عمیس سے عبداللہ اور عونؑ پیدا ہوئے۔

---

(۱) ''سیرتِ ابنِ ہشام''، ج اوّل، صفحہ نمبر ۲۱۴ تا ۲۱۹

(۲) ''شہادتِ کبریٰ''، جلدِ اوّل، ص ۱۶۷۔

(۳) ''استیعاب''، جلدِ دوم، ص ۴۶۷، ۱۶۷۔

ان میں عبدؑاللہ جعفرِ طیارؑ سے اور عونؑ حضرت ابو طالبؑ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔عبداللہ بن جعفرؑ کا نکاح حضرتِ زینب سے اور عون بن جعفرؑ کا نکاح بی بی امِّ کلثوم سے ہوا۔

امِّ کلثومؑ کا ابنِ خطاب سے نکاح تاریخ کا افسانہ ہے۔اس کے لیے مولانا غلام حسین نجفی کی ''سہم مسموم فی جواب نکاح امِّ کلثوم'' ملاحظہ کریں۔اگر یہ نہ ملے تو رحمت اللہ بک ایجنسی سے عبدالکریم مشتاق کی کتاب ''افسانہ عقدِامِّ کلثوم'' ضرور مل سکتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حبشہ میں قیام کے دوران سلمہ پیدا ہوئے اور ہجرتِ مدینہ کے بعد زینب اور درّہ اور عمر کی ولادت ہوئی۔*

ایک نکتہ

پیچھے آپ نے امِّ سلمہؑ کی روایات سے پڑھا کہ حضرتِ جعفرِ طیارؑ نے نجاشی کے دربار میں بڑے عالی شان انداز میں دینِ اسلام کا تعارف کرایا اور پھر کفار کی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے حبش میں آنے کا سبب بھی بتایا۔نجاشی کے سوال پر آپ نے سورۂ مریم کی تلاوت کی اور سورۂ مریم کی تلاوت کا اثر نجاشی پر یہ ہوا کہ نجاشی نے اتنا گریہ کیا کہ اس کے آنسو اس کی ڈاڑھی سے گزرنے لگے اور سارا دامن بھیگ گیا۔

سوال یہ ہے کہ نجاشی پر گریہ کیوں طاری ہوا؟ اس لیے کہ نجاشی عیسائی تھا اور ہر عیسائی حضرتِ مریمؑ کی محبت و عقیدت اور احترام اپنے دل میں رکھتا ہے اور جب بھی حضرتِ مریمؑ کا ذکر ہوتا ہے تو ایک عیسائی کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں،اس لیے کہ حضرتِ مریمؑ کی محبت اس کے دل میں ہوتی ہے۔اسی طرح نجاشی کے سامنے جب سورۂ مریم کی تلاوت کی گئی تو محبت اور عقیدت کے مارے آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہونے لگے اور یہی اعزازِ قرآن بھی تھا۔

---

* ''شہادتِ کبریٰ''،ج اوّل،ص ۱۷۷۔

اسی طرح اگر ہم اپنے دل میں حسینؑ کی محبت رکھتے ہیں اور جب بھی ذکرِ حسینؑ ہو اور ہماری آنکھیں غمِ حسینؑ میں رو رہی ہوں تو مسلمانوں کو کیوں اعتراض ہے، جبکہ نجاشی کے رونے پر کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس نکتے پر ضرور غور کیجیے کہ کیا مسلمانوں کے دلوں میں رسولؐ کی محبت ہے؟ اگر ہے تو وہ محفلوں میں نعتیں سن سن کر کیوں روتے ہیں جبکہ یہ محبت کے تقاضے ہیں۔

تاریخِ اسلام چیخ چیخ کر دعویٰ کر رہی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی محبت اپنے دل میں رکھتا ہے تو جب اس کے سامنے اس محبوب شخصیت کا ذکر کیا جائے تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ یہ کوئی جرم یا بدعت نہیں ہے۔ یہ سب محبت، عقیدت اور احترام کی علامتیں ہیں۔

امِ سلمہؑ مکے آ گئیں

حبش میں چند عرصہ گزارنے کے بعد حضرت امِ سلمہؑ اپنے شوہر ابو سلمہؑ کے ہمراہ ہجرتِ رسولؐ سے چند عرصے قبل مکہ واپس آ گئیں۔ امِ سلمہؑ اور ابو سلمہؑ کے ہمراہ کون کون واپس آیا اس کا ذکر تو ہمیں کہیں نہیں ملا مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ ہجرتِ رسولؐ سے قبل آپؑ مکہ آ گئیں تھیں[1]۔ آپؑ کے مکہ آنے کے بعد باقی سارے مہاجرین جو حبش میں تھے غزوہ خیبر کے روز حضرت جعفر طیارؑ کی سربراہی میں مدینہ آئے تھے اور اسی موقع پر رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خیبر فتح ہونے کی زیادہ خوشی کروں یا جعفرؑ کی واپسی پر[2]۔

امِ سلمہؑ کے مکہ آنے کے بعد زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ رسولؐ نے مسلمانوں کو خفیہ طور پر مکہ سے مدینے ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

---

(۱) ''حبیب کبریا کے تین سو اصحاب''، ص ۳۰۸۔ ''شہادت کبریٰ'' ج اوّل، ص ۱۷۱۔

(۲) ''حیات القلوب''، ج دوم، ذکرِ غزوۂ خیبر۔

مدینے کی سب سے پہلی مہاجرہ

امِّ سلمہؑ نے سب سے پیشتر مدینے کی طرف ہجرت کی تھی اس لیے آپؑ پہلی مہاجرہ ہیں[1]۔ مہاجرینِ صحابہ میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضرتِ ابوسلمہؑ تھے[2]۔ رسولؐ کے حکم کو پاتے ہی دونوں بیعتِ عقبہ سے ایک سال پہلے ہی مدینے ہجرت کر گئے تھے اسی سبب سے امِّ سلمہؑ پہلی مہاجرہ اور ابوسلمہؑ پہلے مہاجر ہیں۔ حضرتِ امِّ سلمہؑ نے اپنے بیٹے سلمہ جن کی ولادت حبش میں ہوئی تھی ساتھ لیا اور مدینے روانہ ہوئیں۔ ان کا سفر ہم انھی کی زبانی سناتے ہیں۔

امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ جب میرے پہلے شوہر ابوسلمہؑ نے مدینے کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو مجھے اپنے ساتھ لے جانے کی غرض سے اونٹ پر سوار کیا۔ اس وقت میری گود میں میرا بیٹا سلمہ بن ابی سلمہ تھا۔ اونٹ روانہ ہو گیا۔ جب میرے قبیلے والوں نے مجھے جاتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے مجھ کو اونٹ سے نیچے اتار لیا (بقولِ ابنِ ہشام ابوسلمہؑ سے اونٹ کی مہار چھین لی اور امِّ سلمہؑ کو اونٹ پر بیٹھا رہنے دیا) اور کہا کہ ہم انھیں مدینے نہیں جانے دیں گے۔ یہ دیکھ کر بنوعبدالاسد بن ہلال یعنی میرے شوہر کے قریبی رشتہ داروں کو غصہ آ گیا اور کہنے لگے کہ ہم پھر اپنے فرزند (ابوسلمہ بن عبدالاسد کے بیٹے) کو خود اپنے پاس رکھیں گے۔ خوب کھینچا تانی ہوئی اور بالآخر میرے لڑکے سلمہؑ کو وہ لوگ مجھ سے چھین کر لے گئے اور خود میرے شوہر ابوسلمہؑ مدینے روانہ ہو گئے۔ اس طرح ہم تینوں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ میں کہیں تھی، میرا بچہ کہیں تھا اور میرے شوہر کہیں اور تھے۔

اس کے بعد میری یہ حالت تھی کہ میں روزانہ مقامِ ابطح میں اکیلی بیٹھ کر رویا کرتی تھی

---

(۱) ''شہادتِ کبریٰ''، ج اوّل، ص ۱۷۷۔

(۲) ''سیرتِ ابنِ ہشام''، ج اوّل، ص ۳۱۰۔

اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں اور کس طرح اپنے شوہر اور اپنے فرزند تک پہنچوں۔ دن گزرتے رہے یہاں تک کہ ایک سال ہوگیا۔ آخر ایک روز میری تقدیر کے سورج کی کرن پھوٹی اور میرے بنی اعمام یعنی بنی عبدالاسد میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور اسے میرا حال دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔ وہ میرے قریبی رشتہ داروں یعنی بنومغیرہ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اس ضعیف و کمزور عورت پر تم لوگ کیوں ظلم کر رہے ہو اور اسے اپنے شوہر کے پاس کیوں نہیں جانے دیتے۔ اس کی کوشش سے مجھے چھٹکارا ملا اور اس مصیبت سے نجات حاصل ہوئی اور میرے عزیزوں نے مجھے مدینے میں شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ یہ دیکھ کر پھر بنوعبدالاسد نے میرے فرزند کو آزاد کر دیا۔

پھر میں اپنے بیٹے سلمہ کو ساتھ لے کر تنہا اونٹ پر روانہ ہوگئی تاکہ مدینے جا کر اپنے شوہر کو تلاش کروں۔ اللہ کی ذات پر میرا بھروسا تھا کہ وہ مجھے ہدایت فرمائے گا۔ جب میں مقام تنعیم پر پہنچی تو ایک شخص عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ میرے نزدیک آیا اور میرا حال دریافت کرنے لگا۔ میں نے سب تفصیل اسے بتا دی۔ اس نے کہا کہ میں ذمہ لیتا ہوں کہ تمھیں تمھارے شوہر کے پاس پہنچا دوں گا۔ پھر اس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور مدینے کی طرف روانہ ہوگیا۔ اللہ کی قسم! میں نے اتنا شریف آدمی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب کوئی منزل آتی وہ میرے اونٹ کو بیٹھایا اور خود بہت دور ہٹ جاتا تھا اور جب میں اتر کر کسی اور جگہ بیٹھ جاتی تھی تو وہ اونٹ کے نزدیک آ کر سامان اتارتا تھا اور اس کو کسی درخت سے باندھ دیتا تھا پھر خود کسی سایہ دار جگہ مجھ سے دور جا کر بیٹھ جاتا اور سو جاتا تھا۔ جب روانگی کا وقت آتا تھا تو آ کر اونٹ پر سامان رکھتا اور اسے تیار کر کے خود اونٹ سے دور ہٹ جاتا تھا۔ میں خود سوار ہو جاتی تھی تو اس کے بعد وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر روانہ ہو جاتا تھا۔ اس طرح وہ میرے ساتھ مدینے کے قریب تک آیا پھر مقام قباء میں قریہ بنی عمرو بن عوف پر اس کی نظر پڑی تو اس نے مجھ سے کہا کہ بس اب تم جاؤ، تمھارا شوہر اسی قریہ میں ہے۔ اللہ تمھیں برکت

عطا فرمائے۔ اتنا کہہ کر وہ شریف انسان مکے کی طرف واپس چلا گیا۔

امِّ سلمہؑ فرمایا کرتی تھیں کہ مسلمان ہونے والوں کے گھرانوں میں شاید ہی کسی گھرانے پر اس قدر سخت مصیبت پڑی ہو جتنی ابو سلمہؑ کے گھر پر پڑی اور میں نے اپنی زندگی میں عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریفِ عرب کبھی نہیں دیکھا۔(۱)

الغرض یہ کہ جب حضرت امِّ سلمہؑ قباء پہنچیں تو لوگ آپ کا حال پوچھتے تھے اور جب آپؑ اپنے باپ (سہیل) کا نام لوگوں کو بتاتیں تو لوگوں کو یقین نہ آتا تھا۔ یہ حیرت آپ کے تنہا سفر کرنے پر تھی کہ شرفاء کی عورتیں اس طرح باہر نکلنے کی جرأت نہ کرتی تھیں لیکن جب کچھ لوگ حج کے ادارے سے مکے روانہ ہوئے اور انھوں نے اپنے گھر رقعہ بجھوایا تو لوگوں کو یقین آیا کہ یہ واقعی ابوامیہ کی بیٹی ہیں، اس لیے کہ ابوامیہ عرب کے رئیس اور معزز شخص تھے اس لیے حضرتِ امِّ سلمہؑ بڑی وقعت کی نگاہوں سے دیکھی گئیں۔(۲)

امِّ سلمہؑ کے تذکرے میں عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کا بھی نام آیا ہے۔ یہ صلحِ حدیبیہ میں مسلمان ہوئے تھے اور فتحِ مکہ کے وقت رسولؐ کے ہمراہ تھے۔

حضرتِ امِّ سلمہؑ کی مدینے ہجرت کرنے کے فوراً بعد ان کے نانا عامر بن ربیعہ اور نانی لیلیٰ بنتِ ابوخثیمہ نے مدینے ہجرت کی تھی۔(۳)

ابو سلمہؑ قرآن میں

وَالّذین آمنوا من بعد وھا جروا وجاھدوا معکم فاولٓئک منکم و اولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب

اور جن لوگوں نے بعد میں ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ لوگ بھی تم ہی میں سے ہیں اور صاحبانِ قرابت خدا کی کتاب میں باہم ایک دوسرے سے (بہ نسبت اوروں کے) زیادہ حقدار ہیں۔ (سورۂ انفال، آیت ۷۵)

ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت مہاجرینِ اسلام یعنی مدینہ ہجرت کرنے والوں

---

(۱) ''شہادتِ کبریٰ''، ج اوّل، ص ۱۲۶، ۱۲۷۔ ''سیرتِ ابنِ ہشام''، ج اوّل، ص ۳۱۰، ۳۱۱۔

(۲) ''اُمہات الامہ''، ص ۱۲۶۔

(۳) ''سیرتِ ابنِ ہشام''، ج اوّل، ص ۳۱۱۔

مصعب بن عمیر، عمار بن یاسر، ابوسلمہؑ، عامر بن ربیعہ (امّ سلمہؑ کے نانا ہیں)، عبداللہ بن جحش، بلال اور سعد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ("عمدۃ المطالب" ۲۴، جلدِ اول، ص ۲۶۷)

رسولؐ کی ہجرت اور مدینے میں آمد

مسلمان کی خفیہ آمدوں کے بعد مدینے میں انصار کو معلوم ہو گیا تھا کہ رسولؐ جلد ہی ہجرت کر کے مدینے آ جائیں گے لہٰذا وہ روزانہ مدینے سے باہر نکل کر آنحضرتؐ کا انتظار کرتے تھے۔ (جس دن رسولؐ نے ہجرت کی تھی) تو وہ اپنی عادت کے مطابق آئے اور انتظار کر کے نا امید ہو گئے تو واپس چلے گئے۔ جب وہ لوگ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے تو آنحضرتؐ مسجد شجرہ کے مقام پر پہنچے اور قبیلہ بنی عمرو بن عوف (جہاں امّ سلمہؑ قیام پذیر تھیں) سے دریافت کیا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو یہودیوں میں سے ایک شخص نے قلعے کی چھت پر سے دیکھا کہ تین سوار ان کی طرف آ رہے ہیں۔ مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ تم لوگ جن کا انتظار کر رہے تھے وہ آ گئے۔ جب یہ خبر مدینے میں پھیلی تو مرد، عورتیں اور بچے شاد و خرم مدینے کے باہر دوڑے ہوئے آئے۔ ادھر آنحضرتؐ بموجبِ خدا قباء کی جانب متوجہ ہوئے اور وہیں قیام فرمایا۔ عمرو بن عوف کے قبیلے کے لوگ آنحضرتؐ کے گرد جمع ہوئے اور بہت اظہارِ مسرت کیا۔ آنحضرتؐ ایک مردِ صالح نابینا کے گھر میں مقیم ہوئے جن کا نام کلثوم تھا۔[1] ان کے بعد خثیمہ کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ تین یا بارہ روز بعد امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ آ گئے تو مدینے تشریف لائے۔[2]

اس سے پہلے آپؐ مسجد قباء بھی تعمیر کر چکے تھے۔ مدینے میں آنے کے بعد آپؐ نے ابوایوب انصاریؓ کے یہاں قیام کیا۔ اس کے چند دن بعد آپؐ نے مہاجرین و انصار میں

---

(۱) "حیات القلوب"، ج دوم، ص ۵۱۵۔

(۲) "حیات القلوب"، ج دوم، ص ۵۱۶۔

عقدِ مواخات قائم کیا تھا۔ ان میں حضرتِ ابوسلمہؑ کو سعد بن خثیمہ انصاری کا بھائی بنایا[1] اور دوسرے مسلمانوں میں مواخات قائم کی اور حضرتِ علیؑ کے لیے کہا کہ اے علیؑ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔[2]

جنگِ اُحد اور ابوسلمہؑ بن عبدالاسد

ہجرت کے تیسرے سال ماہِ شوال کی پندرھویں کو غزوۂ احد پیش آیا۔ یہ جنگ جنگِ بدر کے بدلے میں لڑی گئی تھی۔ اس جنگ میں ابوسفیان تین ہزار کی فوج سے مدینے پر حملہ آور ہوا۔ ایک حصے کا عکرمہ بن ابوجہل اور دوسرے کا خالد بن ولید سردار تھا۔ رسولؐ پورے ایک ہزار مسلمانوں کے ہمراہ احد پہنچے اور وہاں احد کی لڑائی ہوئی۔

اس جنگ میں حضرتِ ابوسلمہؑ بڑے ہی جوشیلے انداز میں لڑے تھے اور آپ کی دلیرانہ قوت کو دیکھ کر رسولؐ نے آپ کو ۴ھ میں بنی اسد سے جنگ کے لیے بھیجا تھا (جس کا ذکر آئندہ آئے گا)۔ جنگِ احد میں آپ صاحبِ میسرہ تھے۔

ابوسلمہؑ نہایت ہی دلیرانہ انداز میں گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور جنگ شروع کی۔ جنگ کے دوران حبشی نے ابوسلمہؑ کے بازو پر ایک زہریلہ تیر مارا اور وہ تیر ابوسلمہؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا اور بازو میں زہر کا اثر شروع ہو گیا۔[3] آپؑ اپنے بازو کو پکڑتے ہوئے میدان سے باہر آ گئے یہاں تک کہ مسلمانوں نے فتح حاصل کی اور رسولؐ وارد مدینہ ہوئے۔

جب رسولؐ مدینے میں داخل ہوئے تو مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور امّ سلمہؑ، جنابِ فاطمہؑ، جنابِ صفیہؑ، ہمشیرۂ حمزہؑ، سلمہ بنتِ عمیس زوجۂ حمزہؑ تمام مخدراتِ بنی ہاشم ماتم

---

(۱) ''حبیبِ کبریا کے تین سو اصحاب''، ص ۳۰۶۔

(۲) ''حیات القلوب''، جلد دوم، ص ۵۲۳۔

(۳) ''شہادتِ کبریٰ''، ص ۱۶۷۔

میں مشغول تھیں۔ رسولؐ نے سب عورتوں کے لیے دعائے خیر کی اور رونے سے منع نہیں کیا۔[1]

امِ ّسلمہؑ کی خدمات اور رسولؐ کی مسلسل عیادت

ابوسلمہؑ جب جنگِ احد سے مدینے واپس آئے ہیں توان کا زخم تازہ تھا اور امِ ّسلمہؑ نے خدمات شروع کر دیں اور ان کے زخم کا خاص خیال رکھا۔[2] روزانہ رسولؐ ابوسلمہؑ کی عیادت کو آتے تھے اور ابوسلمہؑ ویسے بھی رسولؐ کے پھوپھی زاد تھے اور دعائے صحت کرتے۔ آخرِ کار ابوسلمہؑ کا زخم بھر آیا اور صحت یاب ہو گئے۔ اس کے بعد رسولؐ نے آپ کی شجاعت و دلیری کے سبب بنی اسد سے جنگ کے لیے آپ کو لشکر کا سپاہ سالار بنا کر بھیجا۔[3]

سریۂ ابوسلمہؑ

یہ مسلّم ہے کہ تمام عرب اسلام کا دشمن تھا اور مسلمانوں کا مخالف۔ اسلام کا قصور بت پرستی کی بیخ کنی تھا۔ مسلمانوں کا جرم خدائے واحد کی پرستش، توحیدِ خالص کی تعلیم و تبلیغ تھا۔ عرب قدیم سے بت پرست تھا اور اپنے قدیم عقیدۂ جہالت سے سرِ مو جنبش کرنے کے لیے راضی نہیں تھا۔ اسلام کی تبلیغ ان کے جاہلانا مراسم و آئین کی سدِراہ تھی۔ اس بنا پر تمام عرب اسلام کے استیصال پر ہمیشہ آمادہ اور تیار تھا۔

ان مخالفتوں کے اظہار میں سب سے پہلے ۴ھ میں طلحہ اور خویلد کی مدینے پر حملہ آوری ہونے کی پے در پے خبریں پہنچیں اس لیے آنحضرتؐ نے ایک سو پچاس مہاجرین و انصار کو

(۱) ''سیرت النبیؐ'' (حصہ اوّل)، ص ۳۸۷، طبع قبل ۱۹۷۵ء۔ یاد رہے کہ ۱۹۷۵ء کے بعد والی اشاعت میں عبارت کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ (مصنف)

(۲) ''انسانِ کامل''، ج دوم، ص ۶۷۔

(۳) ''انسانِ کامل''، ج دوم، ص ۶۷۔

ابو سلمہؑ کے ہمراہ روانہ کیا۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے طلحہ اور خویلد کی جماعت مرعوب ہو کر اِدھر اُدھر منتشر ہوگئی۔ جب مسلمان پہنچے تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ بالآخر واپس مدینے وارد ہوئے۔(۱)

ڈاکٹر محمود رامیا کی تحقیق کے مطابق سریۂ ابو سلمہؑ بروزِ جمعرات، ماہِ محرم کی پہلی تاریخ کو ۴ھ مطابق ۱۳؍ جون ۶۲۵ء کو واقع ہوا۔(۲)

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس سریہ میں لڑائی ہوئی تھی مگر یہ عقیدۂ شیعہ کے خلاف ہے۔ (مصنف)

ابو سلمہؑ کی واپسی اور رحلت

حضرتِ ابو سلمہؑ بنو اسد سے واپس آئے تو اس دن ماہِ صفر کی آٹھویں یا نویں تاریخ تھی۔ واپسی پر آپ کا زخم پھٹ چکا تھا۔ محبت کرنے والی بیوی نے فرشِ علالت پر بڑی خدمت کی۔ آنحضرتؐ بہ نفسِ نفیس عیادت کو تشریف لاتے تھے(۳) اور دعا دیتے مگر ایک دن ایسا آیا کہ ابو سلمہؑ نہ کچھ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ آنحضرتؐ آئے اور آپؐ نے خود ابو سلمہؑ کی آنکھوں کو بند کیا اور دعا فرمائی۔(۴)

ابو سلمہؑ کا اُمِّ سلمہؑ کو دعا دینا

رحلت سے قبل ابو سلمہؑ نے اُمِّ سلمہؑ کے لیے اس طرح دعا فرمائی:

---

(۱) ''اسوۃ الرسولؐ''، ج دوم، ص ۵۰۵۔ سیرت الرسولؐ، جلد دوم، ص ۱۵۰۔

(۲) ''تاریخ قرآن''، ص ۵۶۷۔

(۳) ''تذکرۃ الصحابیات''، ۱۱۳۔

(۴) ''انسانِ کامل''، ج دوم، ص ۶۷۔

''اے اللہ! میرے بعد امِّ سلمہؑ کو مجھ سے بہتر شوہر عطا کرنا کہ جو انھیں آزار نہ پہنچائیں''۔

خدا نے اس شہید کی دعا کو قبول کیا اور امِّ سلمہؑ کو خاتم المرسلینؐ جیسا شوہر عنایت فرمایا۔[1]

ابو سلمہؑ کی نمازِ جنازہ، تدفین اور رسولؐ کی دعا

ابو سلمہؑ کی جب وفات ہوگئی تو آپ کو غسل و کفن دیا گیا اور خود رسولؐ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ پر نو تکبیریں پڑھیں۔ جب اصحاب نے وجہ پوچھی کہ یا رسول اللہؐ کیا آپؐ بھول گئے تھے۔ رسولؐ نے فرمایا، نہیں بلکہ یہ تو ہزار تکبیروں کے قابل تھے۔[2]

نمازِ جنازہ کے بعد ابو سلمہؑ کو سپردِ خاک کر دیا گیا اور رسولؐ نے ابو سلمہؑ کے لیے اس طرح دعا کی:

اللّٰھم اغفر الابی سلمہ المھدیئین واخلفہ فی فی الفایرین و اغفر لنا ولہ یا رب العالمین اللّٰھم فسح فی قبرہ و نورلہ فیہ

''خداوندا! ابو سلمہ کو بخش دے اور ان کو مرتبے کو ہدایت یافتہ اصحاب میں بلند فرما اور ان کے پسماندگان کی نگرانی و حفاظت کر اور ہماری اور اس کی بخشش فرما۔ اے دونوں عالموں کے خدا! خداوندا! ابو سلمہؑ کی قبر کو کشادہ کر اور ان کے لیے ان کی قبر کو روشن کر''۔[3]

دفن کے بعد آپؐ حضرتِ امِّ سلمہؑ کی تعزیت کو تشریف لے گئے۔

ابو سلمہؑ کے جائے دفن کے متعلق حالات خاموش ہیں مگر اتنا پتا چلا ہے کہ آپ مدینے ہی میں دفن ہوئے ہیں۔ (مصنف)

---

(۱) ''مثالی خواتین''، ص۹۳۔

(۲) ''انسانِ کامل''، جلدِ دوم، ص۶۷، بحوالہ ''تذکرۃ الصحابیات''، ص۱۱۳۔

(۳) ''انسانِ کامل''، جلد دوم، ص۶۷۔

امِّ سلمہؑ کا گریہ

جب رسولؐ ابو سلمہؑ کو دفن کر چکے تو امِ سلمہؑ کے گھر تشریف لائے تو گھر کا وہ عالم دیکھا جو ایک چاہنے والی بی بی کی موجودگی میں شوہر کی وفات کے بعد ہوسکتا ہے۔ امِّ سلمہؑ بین کر رہی تھیں، ''ہائے! غربت، ہائے! غربت کی موت''۔

امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ آپؐ اتنی دیر تک ابو سلمہؑ کے مراتب جنت اور جو کچھ ان کو اس دنیا میں عطا کیا گیا ہے، ان سب کا ذکر فرماتے رہے کہ دستِ مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے (جس پر آپ بیٹھے تھے)۔*

''ناسخ التاریخ'' میں ہے کہ امِّ سلمہؑ بین کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں:

انّا للّٰہ و انّا علیہ راجعون

اللّٰھم عندك احتسب مصیبتی ھذا اللّٰھم اظفنی فیھا خیراً۔

پروردگار اس مصیبت کا اجر خزانہ قدرت میں جمع رکھ اور اس مصیبت کے بعد نیکی دے۔

آنحضرتؐ نے امِّ سلمہؑ سے ان الفاظ میں تعزیت کو پورا کیا:

اللّٰھم عزحزنھا و اجر مصیبتھا و ابدلھا لما خیراً منھا

اے اللہ اس مصیبت میں ان کو صبر عطا فرما اور ان کی مصیبت کا عوض دے اور اس کو نیکی سے بدل دے جو اس سے اچھی ہو۔

اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اس واقعے کو چھ مہینے بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ حضرتِ امِّ سلمہؑ کا عقد رسولؐ سے ہوگیا۔

حضرتِ امِّ سلمہؑ نے کہا یا رسولؐ فراقِ شوہر میں کیا کہوں۔ فرمایا:

اللّٰھم اغفرلی ولہ واعقبضی منہ عقبا حسنا۔

---

* ''تذکرۃ الصحابیات''، ص ۱۱۴۔

''اے اللہ میری اور ابوسلمہؑ کی بخشش فرما اور ان کے بعد امِّ سلمہؑ کو ان سے بہتر وارث عطا فرما''۔(۱)

اس دعا کی قبولیت کا یہ رنگ تھا کہ امِّ سلمہؑ کا عقد رسولؐ سے ہو گیا۔

ابوسلمہؑ کی تاریخِ وفات

بعض کا خیال ہے کہ حضرتِ ابوسلمہؑ نے ۸ جمادی الاول ۴ھ کو رحلت کی۔(۲) بعض کہتے ہیں کہ ماہِ جمادی الثانی میں وفات پائی۔(۳) مشہور یہی ہے کہ ابوسلمہؑ نے ۴ھ جمادی الثانی میں وفات پائی۔ ابوسلمہؑ کی رحلت کا دن امِّ سلمہؑ کے لیے بے حد مصیبت کا دن تھا اس لیے کہ آپ ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔

ابوسلمہؑ کے بعد فاقے میں زندگی

حضرتِ ابوسلمہؑ کے بعد امِّ سلمہؑ اکثر روز فاقے سے رہتی تھیں۔ ایک دن ہمسایہ کی ایک عورت امِّ سلمہؑ کے پاس آئی۔ آپ نے اپنے فاقے کا ذکر اس سے پوشیدہ رکھا مگر باتیں کرتے کرتے اس عورت نے امِّ سلمہؑ سے یہ اندازہ لگایا کہ آپؑ فاقے سے ہیں۔ وہ فوراً گھر گئی اور چند روٹیاں لائی اور امِّ سلمہؑ کے سامنے رکھ دیں۔ آپؑ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ یہ واپس لے جاؤ، میں اپنے بچوں کو اس کی عادت ڈالنا نہیں چاہتی۔ ابھی میرے بدن میں محنت و مزدوری کرنے کی طاقت ہے، پھر کیوں کسی کا احسان لوں۔ یہ جواب سن کر وہ عورت حیرت زدہ ہو گئی۔(۴)

---

(۱) ''ناسخ التاریخ''، جلدِ اوّل ۶۱۵۔

(۲) ''انسانِ کامل''، جلدِ دوم، ص ۶۷، ''تذکرۃ الصحابیات''، ص ۱۱۳۔

(۳) ''شہادتِ کبریٰ''، ج اوّل، ص ۱۷۰۔ ''اسوۃ الرسولؐ''، ج دوم، ص ۵۰۸۔ ''حبیبِ کبریا کے تین سو اصحاب''، ص ۳۰۶ وغیرہ۔

(۴) ''امہات الامۃ''، ص ۱۴۵۔

دوسرا دور

(عقدِ رسولؐ ۴ھ تا رحلتِ رسولؐ ۱۱ھ)

امِ سلمہؑ عقدِ رسولؐ میں

حضرتِ ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد بہت سے حضرات نے پیامِ عقد بھیجے مگر امِ سلمہؑ نے تمام پیام رد کر دیے۔ جن لوگوں نے پیام بھیجے تھے ان میں حضرتِ ابوبکر اور عمر بھی تھے۔(۱)

رسولؐ نے بھی آپ کو پیامِ عقد بھیجا مگر امِ سلمہؑ نے مندرجۂ ذیل عذر پیش کیے:

"(۱) میں سخت غیور ہوں، (۲) صاحبِ عیال ہوں (۳) اور میرا سن زیادہ ہے"۔

ان تمام عذر کو رسولؐ نے قبول کیا اور امِ سلمہؑ سے عقد کر لیا۔(۲)

سید مرتضیٰ اور شیخ طوسیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے امِ سلمہؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے لڑکے (سلمہؑ) کو حکم دیں کہ آپ کی میرے ساتھ تزویج کر دے تو امِ سلمہؑ نے اپنے بیٹے کو وکیل کیا اور اس نے جناب امِ سلمہؑ کی حضرتؐ کے ساتھ تزویج کر دی۔(۳)

---

(۱) "انسانِ کامل"، ج دوم، ص ۶۸، حضرتِ اُمِ سلمہؑ کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی حضرتِ ابوبکر اور عمر کا مختلف عورتوں کو نکاح کا پیغام دینے کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً حضرتِ فاطمہؑ کے لیے بھی ان دونوں نے پیغام بھیجے تھے مگر رسولؐ راضی نہ ہوئے۔ اُمِ سلمہؑ کے یہاں پیامِ عقد بھیجنے سے قبل حضرتِ ابوبکر کے پاس زینب تھی، ان سے حضرتِ عائشہ کی ولادت ہوئی اور حضرتِ عمر کے پاس زینب بنتِ مظعون تھیں، ان سے حفصہ پیدا ہوئیں۔ ان کے ہوتے ہوئے بھلا کسی دوسری عورت سے عقد کرنے کی خواہش کیوں ظاہر کی گئی؟ (مصنف)

(۲) "سیرت النبیؐ"، ج دوم، ص ۴۱۳، "اسوۃ الرسولؐ"، ج ۳، ص ۵۰۹۔

(۳) "حیات القلوب"، جلدِ دوم، ص ۸۸۱۔

رسولِ اکرمؐ کی طرف سے خواستگاری کے لیے حاطب بن ابی بلتعہ امِّ سلمہؑ کے پاس گئے۔ حاطب کے ذریعے امِّ سلمہؑ نے رسولؐ کے لیے یہ پیغام بھیجا:

''میں بوڑھی، تند خو اور چند یتیم بچوں کی ماں ہوں''۔

رسولِ اکرمؐ نے ان کے جواب میں یہ پیغام بھیجا:

''جو تم نے کہا ہے کہ میں ایک سن رسیدہ عورت ہوں تو میں تم سے زیادہ سن رسیدہ ہوں۔ تم نے کہا ہے کہ تند خو ہوں، خدا سے دعا ہے کہ اس صفت کو تم سے دور کرے''۔

امِّ سلمہؑ اپنا مختصر اثاثہ جس کی قیمت دس درہم یا بقولے چالیس درہم تھی کو لے کر رسولِ اکرمؐ کے ہاں چلی گئیں۔(۱)

رسولؐ نے آپ سے ہجرت کے چوتھے سال ماہِ جمادی الثانی یا ۲۰ شوال کو عقد فرمایا۔(۲)

رسولؐ نے امِّ سلمہؑ سے عقد کیوں کیا؟

محسنِ انسانیت حضرتِ محمدِ مصطفیٰؐ نے سب سے پہلے حضرتِ خدیجہؑ سے عقد فرمایا۔ ان کے بعد پہلی ہجری میں حضرتِ عائشہ سے، پھر تیسری ہجری میں حضرتِ حفصہ سے اور اسی سال زینب بنتِ خزیمہؓ سے عقد فرمایا اور چار ہجری میں حضرتِ امِّ سلمہؑ سے عقد کیا۔

تو سوال یہ ہے کہ ان چار بیویوں کے ہوتے ہوئے رسولؐ نے حضرتِ امِّ سلمہؑ سے عقد کیوں کیا؟ اس سے پہلے جن واقعات کو ہم نے تحریر کیا ہے ان سے واضح ہوتا ہے کہ

---

(۱) ''مثالی خواتین''، ص ۹۳، ۹۴۔

(۲) ''انسانِ کامل''، ج دوم، ص ۶۸، ''طبقات ابنِ سعد''، جلد ہشتم وغیرہ۔

رسولؐ نے امِّ سلمہؑ سے عقد کن حالات میں کیا اور خود امِّ سلمہؑ کی زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بوڑھی تھیں، چار بچوں (عمر، سلمہ، زینب، درّہ) کی ماں تھیں۔ وہ اپنے کو خود اس قابل نہیں سمجھتی تھیں کہ ان سے کوئی دوسرا نکاح کرے، علاوہ بریں وہ بیوہ تھیں اور رسولؐ کے پھوپھی زاد ابو سلمہؑ کی زوجہ تھیں۔ ان حالات کی موجودگی میں یہ سوال کرنا کہ رسولؐ نے یہ عقد صرف حظِ نفس کے لیے کیا تھا غلط ہے۔ البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی ہی اہم غرض تھی کہ پیغمبرِؐ اسلام کو چار بیویوں کے ہوتے ہوئے اس پانچویں عورت سے نکاح کرنا پڑا حالانکہ امِّ سلمہؑ میں کوئی وجہ رغبت نہ تھی مگر ہاں ایک بیوی کی سرپرستی، چار یتیم بچوں کی پرورش اور ایک مومنہ اور ایک مومن مجاہد ابو سلمہؑ کی بیوی کی عزت و توقیر کا انتظام کرنا تھا اور یہ اغراض ہرگز دوسرے شوہر سے پورا ہونا ممکن نہ تھا بلکہ یہ چاروں یتیم و پریشان حال برباد ہو جاتے، ان کی ماں افلاس کا شکار ہو جاتیں اور ہدفِ ذلت و خواری بن جاتیں۔ پیغمبرِؐ اسلام نے امِّ سلمہؑ سے عقد کر کے ان کی عزت و توقیر کو باقی رکھ لیا، چار یتیم بچوں کی پرورش کر لی اور ان کے قلوب کو ایمان سے بھر دیا اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے امِّ سلمہؑ جیسی زوجہ کو نمونۂ عفت و ایمان بنا دیا اور اپنی مخصوص وصایا و نصائح کا راوی بنا دیا۔

امِّ سلمہؑ کا ایک بچہ سلمہ مجاہد، دیندار، مومنِ کامل تھا۔ اسی سلمہؑ نے حسن بصری کو بچپن میں خرید کیا اور ایسی تعلیم دلوائی کہ جس نے حسن بصری کو یگانۂ روزگار بنا دیا۔

(''اسوۃ الرسولؐ''، جلدِ سوم، ص ۵۱)

آج ۱۴سو سال کے بعد عہدِ پیغمبرِؐ اسلام کا اندازہ کرنا اور اس پر حکم لگانا آسان کام نہیں۔ اس کے لیے کامل فہم اور بے انتہا علم درکار ہے۔ پیغمبرِؐ اسلام اس عہد میں دینِ اسلام کی اساس و بنیاد کو مضبوط فرما رہے تھے اور ریگستانِ عرب سے ایسے قیمتی خواہر ریزوں کو چن رہے تھے جو عمارتِ اسلام کو قیامت تک کے لیے منور کر دیں اور جگمگاتے رہیں۔ چنانچہ تاریخ داں جانتے ہیں کہ پیغمبرِؐ اسلام کی ان منتخب ہستیوں نے اساسِ عمارتِ اسلام کے لیے

خشتِ اول کا کا کیا ہے۔ انھی میں سلمہؑ پسرِ امّ سلمہؑ منتخب ہستیاں تھیں۔

بہر حال ہم نے واضح کر دیا کہ امِّ سلمہؑ سے عقد کرنے سے رسولؐ کا حظِ نفس ہرگز مقصود نہ تھا بلکہ ان کی مصلحتوں کی گہرائیوں میں بھی استحکامِ اسلام کے راز مضمر تھے۔

امِّ سلمہؑ کا سب سے پہلے کھانا تیار کرنا

جب رسولؐ نے امِّ سلمہؑ سے عقد کر لیا تو ان کو اس گھر میں لے آئے جہاں پہلے زینب بنتِ خزیمہؓ رہتی تھیں۔ عقد سے دو مہینے قبل ان کا انتقال ہو گیا تھا اور گھر خالی تھا لہٰذا امِّ سلمہؑ وہاں رہنے لگیں۔ گھر میں داخل ہونے کے بعد امِّ سلمہؑ کو ایک گھڑا ملا جس میں جو بھرے ہوئے تھے اور ایک چکی اور ایک ہانڈی تھی جس میں کچھ چربی جمی ہوئی تھی۔ امِّ سلمہؑ نے جو پیسے اور چربی کے ساتھ دلیا پکایا۔ امِّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ شبِ عروسی ہمارا یہی کھانا تھا۔ آپ نئی دلھن تھیں مگر اس کے باوجود نکاح ہی کے روز سے گھر کا کام کرنا شروع کر دیا تھا۔[1]

امِّ سلمہؑ کا جہیز اور مہر

جہیز میں امِّ سلمہؑ کو دو چکیاں، دو گھڑے اور ایک گدا چمڑے کا جس کے اندر کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے ملا۔[2]

ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ امِّ سلمہؑ کا مہر ایک توشک جس میں کھجور کا ریشہ بھرا ہوا تھا اور ایک پیالہ اور ایک محبشہ (دستی چکی جو ہاتھ سے چلتی ہے) بندھا۔[3] امِّ سلمہؑ اپنا مختصر اثاثہ جس کی قیمت دس درہم اور بقولے چالیس درہم تھی کو لے کر رسولؐ کے ہاں چلی گئیں۔[4]

(۱) ''شہادتِ کبریٰ''، ج اوّل، ص ۱۷۵۔

(۲) ''شہادتِ کبریٰ''، ج اول، ص ۱۷۵۔

(۳) ''سیرتِ ابنِ ہشام''، ج دوم، ص ۴۲۱۔

(۴) ''مثالی خواتین''، ص ۹۴۔

امِّ سلمہؑ کی لونڈیاں اور غلام

حضرتِ حسن بصری کی ماں خیرہ امِّ سلمہؑ کی باندی تھیں[1]۔ شیبہ بن نصاح امِّ سلمہؑ کے غلام تھے اور یہ اپنے زمانے میں قرأتِ قرآن میں اہلِ مدینہ کے امام تھے۔[2] امِّ سلمہؑ کے ایک غلام صبیح تھے۔[3] امِّ سلمہؑ کے ایک غلام سفینہ بھی تھے۔[4]

ان میں صبیح اور سفینہ سے احادیث روایت ہیں جن کا ذکر ہم امِّ سلمہؑ کی احادیث کے باب میں کریں گے۔

آپ کے ایک غلام ابو ریاح بھی تھے جنھوں نے اہلِ بیتؑ کے فضائل میں امِّ سلمہؑ سے احادیث روایت کی ہیں۔[5]

امِّ سلمہؑ کا گھر

جب رسولؐ نے مدینے ہجرت کی تو مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کے بعد ازواج کے مکانات بنوائے تھے۔ اس وقت تک حضرتِ عائشہ نکاح میں آچکی تھیں اس لیے ایک ہی حجرہ بنا جب اور ازواج آتی گئیں تو اور مکانات بنتے گئے۔ یہ مکان کچی اینٹوں کے تھے۔ ان میں سے پانچ کھجور کی ٹٹیوں سے بنے ہوئے تھے۔ جو حجرے اینٹوں کے تھے ان کے اندرونی حجرے بھی ٹٹیوں کے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ حضرتِ امِّ سلمہؑ، امِّ حبیبہ، زینب، جویریہ، میمونہ اور

---

(۱) ''المعارف''، ص ۱۳۶۔

(۲) ''المعارف''، ص ۱۳۶۔

(۳) ''ینابیع المودّت''۔

(۴) ''سنن ابوداؤد''، جلدِ سوم، ص ۱۹۱۔

(۵) ''ذخائر العقبیٰ''، ص ۲۶۔

زینب بنتِ جحش کے مکان شامی جانب تھے اور حضرتِ عائشہ، صفیہ اور سودہ کے مکان مقابل جانب تھے۔[1] امِّ سلمہؑ کے گھر میں آیتِ تطہیر کا نزول ہوا تھا۔[2] اسی گھر میں حضرتِ فاطمہؑ کی شادی علی بن ابو طالبؑ سے ہوئی۔[3] امِّ سلمہؑ کا گھر رسولؐ کا علیؑ سے راز کی باتیں کرنے کے لیے مخصوص تھا۔[4] ہم علامہ مجلسی کی کتاب 'حیات القلوب' سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو لطف محسوس ہو۔ ملاحظہ کیجیے:

"حضرتِ امام جعفرِ صادقؑ سے بہ سندِ معتبر ابنِ بابویہ نے روایت کی ہے کہ ایک روز امِّ سلمہؑ کو خبر پہنچی کہ ان کے کسی آزاد کردہ غلام نے جناب امیرؑ کو کچھ برا کہا ہے۔ آپ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا بیٹھ، تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے تاکہ میں تجھ کو جنابِ رسولِ خداؐ کی حدیث سے آگاہ کروں۔ اس کے بعد اپنے واسطے جو بہتر سمجھنا اختیار کرنا۔ بیشک ہم نو عورتیں آنحضرتؐ کے حبالہ نکاح میں تھیں۔ ایک مرتبہ جبکہ میری باری کا دن تھا آنحضرتؐ میرے گھر تشریف لائے اور نور آپؐ کے سر اور پیشانی سے چمک رہا تھا اور حضرتِ علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ مجھ سے فرمایا اے امِّ سلمہؑ یہاں سے ہٹ جاؤ اور مکان ہمارے واسطے خالی کر دو۔ میں یہ سن کر باہر چلی گئی اور آنحضرتؐ علیؑ سے راز کی باتیں کرنے میں مشغول ہو گئے۔ میں ان حضرات کی آواز سن رہی تھی لیکن باتیں نہیں سمجھ رہی تھی۔ جب بہت زیادہ دیر ہو گئی تو میں دروازے کے قریب آگئی اور عرض کی یا رسولؐ اللہ کیا آپؐ اجازت دیتے ہیں کہ میں حاضر ہوں۔ فرمایا نہیں۔ تو میں واپس چلی گئی۔ میرا

---

(۱) "اسوۃ الرسولؐ"، ج دوم، ص ۳۲۱۔

(۲) "ینابیع المودّت"، ص ۱۶۸۔

(۳) "بحار الانوار"، حالاتِ فاطمہ زہرا، باب ذکرِ تزویج فاطمۃ الزہراؑ۔

(۴) "تاریخ اسلام"، محمد بشیر انصاری، ص ۴۰۴، جلد سوم۔

دل سرور سے لبریز تھا۔ میں پلٹ آئی اس خوف سے کہ میرا آنا آنحضرتؐ کو ناگوار گزرا ہو یا آسمان سے کوئی بری آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دروازے کے قریب آئی اور اجازت طلب کی مگر اجازت نہ ملی۔ میں پہلے سے زیادہ مسرور تھی۔ پھر تیسری مرتبہ گئی اور اجازت چاہی۔ حضرتؐ نے فرمایا آجاؤ۔ میں مکان میں داخل ہوئی تو دیکھا علیؑ دو زانوں آنحضرتؐ کی خدمت میں بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یا رسول اللہ! اگر ایسا ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا میں تمھیں صبر کا حکم دیتا ہوں۔ علیؑ نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا اور حضرتؐ نے پھر صبر کا حکم دیا۔ اب تیسری مرتبہ پھر وہی بات دریافت کی تو حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ! اے میرے بھائی جب معاملہ یہاں تک پہنچے تو نیام سے تلوار نکال لینا اور دوش پر چادر ڈال لینا اور جنگ کرنا اور پروانہ کرنا یہاں تک کہ جب تم میرے پاس آؤ تو تمھاری تلوار سے خون ٹپکتا رہے۔ آنحضرتؐ نے میری جانب رخ کیا اور فرمایا کہ اے اُمِ سلمہؑ تمھارے چہرے سے رنج و ملال کیوں ظاہر ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ اس وجہ سے ہے کہ مجھ کو چند مرتبہ اپنے پاس سے آپؐ نے ہٹا دیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم تم کو غصے کے سبب میں نے نہیں ہٹایا اور تمھاری ذات میں میرے نزدیک کوئی برائی نہیں۔ بے شک تم خدا اور رسولؐ کی طرف سے خیر پر ہو، لیکن جب تم آئی تھیں تو میری داہنی جانب جبرائیلؑ اور بائیں طرف علیؑ تھے اور جبرائیلؑ مجھے ان واقعات سے آگاہ کر رہے تھے جو میرے بعد ہونے والے ہیں اور مجھے تاکید کر رہے تھے کہ علیؑ کو ان امور کے بارے میں وصیت کروں کہ ان فتنوں میں ان کو کیا کرنا چاہیے۔ اے اُمِ سلمہؑ سنو اور گواہ رہنا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ دنیا میں میرے وزیر ہیں اور

آخرت میں میرے وزیر ہیں۔ اے امِّ سلمہؑ سنو اور گواہ رہو کہ علیؑ بن ابی طالبؑ دنیا میں میرے علمدار اور قیامت میں میرے علمدار ہیں۔ اے امِّ سلمہؑ سنو اور گواہ رہو کہ علیؑ بن ابی طالبؑ میرے بعد میرے وصی اور جانشین ہیں اور میرے وعدوں کے پورا کرنے والے ہیں اور حوضِ کوثر سے اپنے دشمنوں کو ہٹانے والے ہیں۔ اے امِّ سلمہؑ سنو اور گواہ رہو کہ علیؑ بن ابی طالب مسلمانوں کے سردار اور بزرگ ہیں اور متقین کے برگزیدہ اور پیشوا ہیں اور مومنین کو بہشت میں لے جانے والے ہیں اور ناکثین و قاسطین اور مارقین کے قتل کرنے والے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ناکثین کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو علیؑ سے مدینے میں بیعت کریں گے اور بصرہ میں اس بیعت کو توڑ دیں گے۔ میں نے پوچھا قاسطین کون ہیں؟ فرمایا معاویہ اور شام کے باشندے جو اس (معاویہ) کی اطاعت کریں گے۔ میں نے پوچھا مارقین کون ہیں؟ فرمایا نہروان کے خوارج ہیں۔ جب امِّ سلمہؑ نے یہ حدیث اپنے غلام سے بیان کی تو اس نے کہا آپ نے مجھے نجات دلائی اور میرے دل کی گرہ کھول دی۔ خدا آپ کو کشائش بخشے۔ خدا کی قسم اب آئندہ ہرگز علیؑ کے بارے میں نامناسب بات نہ کہوں گا''۔(۱)

بسندِ معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک روز جنابِ رسولِؐ خدا امِّ سلمہؑ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ میں تمہارے گھر میں برکت نہیں دیکھتا۔ امِّ سلمہؑ نے کہا میں خدا کی حمد کرتی ہوں کہ آپؐ کے سبب سے میرے گھر میں بہت برکت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا خدا نے تین برکتیں بھیجی ہیں۔ آب و آتش و گوسفند۔(۲)

---

(۱) ''حیات القلوب''، ج دوم، ص ۸۹۴۔

(۲) ''حیات القلوب''، ج دوم، ص ۸۹۷۔

حضرتِ فاطمہؑ کا عقد

ایک دن رسولؐ اُمِّ سلمہؑ کے گھر میں تشریف فرما تھے اتنے میں دق الباب ہوا۔ اُمِّ سلمہؑ نے پوچھا کون ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا اے اُمِّ سلمہؑ! اٹھ جاؤ اور دروازہ کھول دو اور اسے اندر بلا لو۔ یہ وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں۔

حضرت اُمِّ سلمہؑ بولیں میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں ایسا کون سا شخص ہے کہ جس کی آپؐ اس قدر تعریف فرما رہے ہیں۔ ابھی آپؐ نے اس کو دیکھا بھی نہیں کہ وہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا اے اُمِّ سلمہؑ! ایسی بات نہ کہو۔ مجھے معلوم ہے یہ وہ شخص ہے جو نہ بزدل ہے اور نہ غصہ ور، یہ میرا بھائی اور میرا ابنِ عُم ہے اور مجھے وہ ساری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں دروازے کی طرف اس قدر تیزی سے دوڑی کہ میرا پیر چادر میں الجھ گیا اور میں گرتے گرتے بچ گئی۔ دروازہ کھولا تو علیؑ بن ابی طالبؑ کھڑے تھے اور بخدا وہ اس وقت تک گھر کے اندر داخل نہیں ہوئے جب تک انھیں میرے حجرے میں داخل ہونے کا یقین نہیں ہو گیا۔ پھر وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور سلام کیا۔

آنحضرتؐ نے سلام کیا اور فرمایا اے علیؑ بیٹھ جاؤ۔ آپؑ آنحضرتؐ کے سامنے بیٹھ گئے مگر حجاب کی وجہ سے آپؑ کی نظریں جھکی ہوئیں تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی حاجت لے کر آئے ہیں جس کے اظہار کرنے سے حیا مانع ہے لیکن جنابِ رسولِ خدا کو علیؑ کے دل کی پوشیدہ بات کا علم تھا۔

آپؐ نے فرمایا! اے علیؑ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کوئی حاجت پیش کرنا چاہتے ہو، لہٰذا جو کچھ تمھارے دل میں ہے بیان کر دو اور یہ بھی یقین کرو کہ تمھاری ہر حاجت میرے نزدیک روا ہوگی۔

حضرتِ علیؑ نے حضرتِ ابوطالبؑ، فاطمہ بنتِ اسدؑ اور روزِ محشر کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ میں آپ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ کی خواستگاری کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

الغرض گفتگو ہوئی اور جنابِ سیدہؑ کی شادی کے لیے اسماءؑ بنتِ عمیس، امِّ سلمہؑ، امِّ ایمن وغیرہ کو حاضر کیا گیا اور عقد حضرتِ امِّ سلمہؑ کے گھر میں ہی ہوا۔*

امِّ سلمہؑ کا حضرتِ فاطمہؑ کو تیار اور رخصت کرنا

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ عقد کے ایک ماہ بعد تک فاطمہؑ کی رخصتی کے متعلق میں نے آنحضرتؐ سے کوئی بات نہ کی۔ مسجد میں آپؐ کے پیچھے نماز پڑھ کے اپنے گھر چلا جاتا لیکن ازواج النبیؐ نے مجھ سے کہا کہ تم فاطمہؑ کی رخصتی کے لیے آنحضرتؐ سے درخواست کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا کہ بہتر تو یہی ہے کہ آپ حضرات خود ہی تذکرہ کریں۔

چنانچہ وہ حضرت علیؑ کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچیں اور امِّ ایمن نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ اگر آج خدیجہؑ زندہ ہوتیں تو فاطمہؑ کی شادی سے کس قدر خوش ہوتیں۔ اب علیؑ رخصتی کی خواہش رکھتے ہیں لہٰذا اپنی بیٹی کو علیؑ کے گھر رخصت فرما دیجیے تا کہ ہمیں بھی خوشی منانے کا موقع ملے۔

---

* ''بحارِ انوار''، حالاتِ جنابِ سیدہؑ، ص ۱۲۴۔ ''حضرتِ فاطمہ زہراؑ کی سوانح عمری''، ص ۶۹، طبع الہ آباد، انڈیا۔
یاد رہے کہ جنابِ سیدہؑ کی شادی ۲ھ میں ہوئی اور اُمِّ سلمہؑ رسولؐ کے عقد میں ۴ھ میں آئی ہیں۔ حضرت ابوسلمہؓ رسولؐ کے پھوپھی زاد تھے اور اُمِّ سلمہ ان کی زوجہ تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ پھوپھی زاد ہونے کے سبب اُمِّ سلمہؑ حاضر ہوئی ہوں جس طرح دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ زمانۂ رسولؐ میں حضرت اسماء بنتِ عمیسؓ حضرت ابوبکر کے عقد میں تھیں مگر رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ کے ہاں آتی تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ اسی طرح امِّ سلمہؑ نے حاضری دی ہو (مصنف)

آنحضرتؐ نے فرمایا پھر خود علیؑ مجھ سے کیوں نہیں کہتے۔
حضرتِ علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے حیا مانع تھی۔
آنحضرت ازواج کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہاں اس وقت کون کون ہے؟
حضرتِ امِّ سلمہؑ نے عرض کیا کہ فلاں فلاں ہیں۔
آنحضرت نے فرمایا کہ اچھا! میری بیٹی اور میرے پسرِ عم کے لیے کمرہ آراستہ کرو۔
حضرتِ امِّ سلمہؑ نے عرض کیا کہ کون سا کمرہ آراستہ کروں۔
آنحضرت نے فرمایا تم اپنا ہی کمرہ آراستہ کر دو۔
پھر حکم دیا کہ ساری خواتین عروسی کے آراستہ کرنے میں امِّ سلمہؑ کا ہاتھ بٹائیں۔
حضرتِ امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہؑ سے پوچھا کیا تمھارے پاس کچھ خوشبو ہے۔ انھوں نے کہا جی ہاں۔ اور مجھے شیشی لا کر دی جس میں عطر تھا۔ جب میں نے اس سے تھوڑا سا اپنی ہتھیلی پر انڈیل کر سونگھا تو میرا دماغ اس خوشبو سے معطر ہو گیا۔ اس جیسی خوشبو تو میں نے اپنی عمر میں کبھی سونگھی نہ تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون سی خوشبو ہے؟
فاطمہؑ نے کہا جب وہبہ کلبی (جبرائیلؑ) میرے بابا کے پاس آیا کرتے تھے تو بابا فرمایا کرتے کہ بیٹی! اپنے چچا کے لیے مسند بچھا دو (چچا سے مراد جبرائیلؑ ہیں)۔
میں ان کے لیے مسند بچھا دیا کرتی۔ جب وہ بیٹھنے لگتے تو ان کے لباس سے کوئی چیز مسند پر گرتی تو بابا فرماتے تھے کہ اس کو اٹھا کر رکھ لو۔
حضرتِ علیؑ پوچھا کرتے تھے یا رسول اللہؐ یہ کیا چیز ہے؟ آپ فرمایا کرتے یہ جنت کا عنبر ہے جو جبرائیلؑ کے پروں سے جھڑتا ہے۔*

امِّ سلمہؑ کے اشعار

جابر بن عبداللہ انصاری راوی ہیں کہ آنحضرتؐ نے (روزِ رخصتی) حضرتِ فاطمہؑ کو

* ''بحار الانوار''۔ حالاتِ جنابِ سیدہؑ، ص ۱۳۹۔۱۴۰، ''مناقب ابن شہر آشوب''، جلدِ سوم، ص ۲۳۔

ناقہ پر سوار کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے شہباز نامی خچر پر سوار کیا۔ سلمان فارسی نے لجام سنبھالی اور ہر چار جانب ستر ہزار حور معیت میں چل رہی تھیں۔ نبیِ اکرمؐ، حضرتِ حمزہؓ، عقیلؓ، جعفرؓ اور اہلِ بیتؑ ان کے پیچھے پیچھے برہنہ تلوار لیے ہوئے چل رہے تھے اور آگے آگے ازواج النبیؐ تھیں جو اشعار پڑھتی ہوئی چل رہی تھیں۔ چنانچہ جنابِ امِّ سلمہؓ نے یہ اشعار پڑھے:

سرن بعون اللّٰہ جاراتی
واشکرنہ فی کل حالات

ہماری سہیلیاں خدا کی مدد سے روانہ ہوں اور شکر کریں خدا کا ہر حال میں۔

واذکرن ما الغم ربّ العلیٰ
من کشف مکروہ و افات

اور تذکرہ کرو خدا کے احسان کا جو اس نے مصیبت اور آفات سے بچانے میں کیا۔

فقد ھدانا بعد کفر و قد
انعشنا ربّ السّمٰوات

البتہ اس نے ہم کو کفر سے نکال کر راہِ راست دکھائی اور اسی آسمانوں کے پروردگار نے ہم کو اعلیٰ مراتب پر پہنچایا۔

وسرن مع خیر النساء الوریٰ
تفدی بعمات و خالات

ہماری سہیلیاں روانہ ہوں بہترین زنانِ عالم کے ساتھ جن پر پھوپھیاں اور خالائیں قربان ہو رہی ہیں۔

یا بنتِ من فضلہ ذوالعلیٰ
بالوحی منہ والرسالات

اے اس کی صاحبزادی جس کو خداوندِ تعالیٰ نے سب پر فضیلت دی

اُمِّ سلمہ سلام اللہ علیہا

تاجِ وحی اور خلعتِ رسالت پہنچا کر۔[1]

امامِ حسنؑ کی ولادت

جنابِ سیدہؑ کی رخصتی کے بعد ہجرت کے تیسرے سال ماہِ رمضان المبارک کی پندرھویں تاریخ کو امامِ حسنؑ کی ولادت ہوئی۔ رسولؐ نے امامِ حسنؑ کا نام حضرتِ ہارون کے بیٹے شبرّ کے نام پر حسن رکھا[2] اور ولادت کے ساتویں دن (۲۲ رمضان ۳ھ) کو امامِ حسنؑ کا عقیقہ کیا گیا۔[3] اور اسی واقعے کے بعد سے عقیقہ کی سنت قائم ہوئی۔

اُمِّ سلمہؑ کی لوریاں امامِ حسنؑ کے لیے

حضرتِ اُمِّ سلمہؑ امامِ حسنؑ کو لوری دیتے وقت یہ کہتی تھیں :

بـا بـی ابـن عـلـیؑ انـت بـالـخـیـر مـلّـی

محسن کـا سنـان حلی کن کبکـش الـحـوتـی

یعنی اے فرزندِ علیؑ تم پر میرے باپ قربان، تم سراپا خیر سے بھرے ہوئے ہو، شیریں دانتوں والے بن جاؤ، ایک سالہ مینڈھے کی مانند ہو جاؤ۔[4]

امامِ حسینؑ کی ولادت

امامِ حسنؑ کی ولادت کے تقریباً ایک سال اور کچھ دن کم کے بعد امامِ حسینؑ کی ولادت

---

(۱) ''بحارِ انوار''۔ حالاتِ سیدہؑ، ص ۱۴۳۔ ترجمہ اشعار، سیرتِ فاطمۃ الزہراؑ، ص ۵۴۔ آغا سلطان مرزا صاحب۔

(۲) ''بحارِ انوار''، ج ۱۰، ص ۱۸۔

(۳) ''چودہ ستارے''، ص ۱۷۹۔

(۴) ''بحارِ انوار''، ج ۱۰، ص ۲۵۔

ہوئی اور ماہِ شعبان کی تیسری تاریخ تھی اور سن ۴ ہجری تھا۔ آپ کا نام فرزندِ ہارون کے نام شبیر پر حسینؑ رکھا گیا اور امامِ حسنؑ کی طرح آپ کا عقیقہ ولادت کے ساتویں دن (۱۰ ماہ شعبان ۴ھ) کو ہوا۔[1] ولادت کے بعد ہی سے امام حسینؑ کی پرورش کی ذمہ داری امِّ سلمہؑ نے اٹھائی اور امام حسینؑ سے بہت زیادہ محبت کرتیں تھیں۔ اس محبت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ روزِ عاشورہ امام حسینؑ کی شہادت کے دن مدینے میں جتنا گریہ امِّ سلمہؑ نے کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق امّ سلمہؑ اتنا روئیں کہ بار بار بے ہوش ہو جایا کرتیں تھیں حالانکہ اس وقت امِّ سلمہؑ اسّی سال کی تھیں۔

معصومین کی پرورش

ازواج النبیؐ میں امِّ سلمہؑ ذاتِ اقدس وہ واحد ذات ہے کہ جنھوں نے تین معصومینؑ کی پرورش کا شرف حاصل کیا ہے۔ علامہ مجلسی رقم طراز ہیں کہ نبیِ اکرمؐ نے مدینے آنے کے بعد سب سے پہلے حضرتِ سودہ سے عقد کیا۔ ان کے بعد جنابِ امِّ سلمہؑ سے عقد کیا تو جنابِ امِّ سلمہؑ نے بی بی فاطمۃ الزہرؑا کی پرورش کی اور خود فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے عقد کے بعد اپنی بیٹی فاطمہؑ کو میرے سپرد کر دیا۔ میں نے انھیں ادب سکھانا چاہا مگر خدا کی قسم وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مؤدب تھیں اور تمام باتیں مجھ سے بہتر جانتی تھیں۔[2] مگر یہاں ایک بات تحقیق طلب ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے امِّ سلمہؑ سے ہجرت کے چوتھے سال عقد فرمایا[3] تو ہجرت کے چوتھے سال جنابِ فاطمہؑ کی عمر ۱۱ یا ۱۴ کے قریب پڑتی ہے تو اتنی عمر کے لیے پرورش کا لفظ استعمال کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اس عمر میں تو عام طور پر عورتیں بالغ ہو جایا

(۱) ''چودہ ستارے''، ص ۲۱۳۔

(۲) ''ارجح المطالب''، جلد اول، ''بحار انوار''، جلد سوم، ص ۱۷۔

(۳) ''حیات القلوب''، جلد دوم، باب حالات امِّ سلمہؑ۔

کرتی ہیں اور ہر طرح کا عقل و شعور رکھتی ہیں مگر یہاں جنابِ فاطمہؑ ۱۱ یا ۱۴ سال کی ہیں بھلا ان کے لیے لفظِ پرورش استعمال ہوسکتا ہے؟ ہاں اگر حفاظت کا لفظ استعمال ہو کہ ''امّ سلمہؑ سے عقد کرنے کے بعد رسولؐ نے جنابِ فاطمہؑ کو امِّ سلمہؑ کی حفاظت میں دے دیا'' تو صحیح و بجا معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے عام طور پر کمسن بچوں کے لیے لفظِ پرورش صحیح ہے مگر اب جبکہ جنابِ زہراؑ گیارہ چودہ سال کی ہیں تو لفظِ حفاظت صحیح ہے نہ کہ لفظِ پرورش۔ اس کے علاوہ جنابِ امامِ حسن مجتبیٰؑ بھی امِّ سلمہؑ کی پرورش میں تھے۔ جیسا کہ ہم نے امامِ حسنؑ کی لوریاں تحریر کی ہیں جو انھیں امِّ سلمہؑ سنایا کرتی تھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ امِّ سلمہؑ نے امامِ حسینؑ کی بھی پرورش کی تھی۔ جنابِ سیدہؑ ضرورت کے وقت اپنے پارۂ جگر کو امِّ سلمہؑ کی خدمت سے لے آتی تھیں اور جب تک جی چاہا اپنے پاس رکھ کر پھر ان کے حضور میں پہنچا آتی تھیں*۔

ان تین معصومین کا امِّ سلمہؑ کی پروش و حفاظت میں رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپؑ محبتِ اہلِ بیتؑ میں کمال کے درجہ پر فائز تھیں اور آپؑ کی اسی محبت کو دیکھتے ہوئے رسولؐ نے آپؑ کو امامِ حسینؑ کو شہادت سے آگاہ کر دیا تھا اور کربلا کی خاک ایک شیشی میں محفوظ کرادی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔

رسولؐ کا امِّ سلمہؑ کو خاکِ کربلا دینا

امِّ سلمہؑ نے بیان کیا ہے کہ ایک دن رسولؐ میرے گھر اس حال میں تشریف لائے کہ آپؐ کے سرِ مبارک کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس پریشانی کو دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے۔ فرمایا مجھے ابھی جبرائیلؑ عراق کے مقام کربلا میں لے گئے تھے۔ وہاں میں نے جائے قتلِ حسینؑ دیکھی ہے اور یہ مٹی لایا ہوں۔ اے

* ''ذبحِ عظیم''، ص ۱۸، فوق بلگرامی صاحب قبلہ۔

امِّ سلمہؑ اسے اپنے پاس محفوظ رکھو۔ جب یہ خون ہو جائے تو سمجھنا کہ میرا حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔[1]

انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا کہ ایک فرشتے نے اپنے رب سے میری زیارت کرنے کی اجازت طلب کی، اس کو اجازت مل گئی اور اس دن امِّ سلمہؑ کی باری تھی۔ فرمایا اے امِّ سلمہؑ دروازے کی نگرانی کرنا، دروازے کے اندر کوئی شخص داخل نہ ہو۔ جنابِ امِّ سلمہؑ دروازے پر تھیں، اسی دوران میں امام حسینؑ داخل ہوئے اور اپنے ناناؐ کی گود مبارک میں بیٹھ گئے۔ رسولؐ آپؑ کو چومتے اور بوسہ لیتے تھے۔ فرشتے نے کہا آپ کی امت عنقریب اس کو قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپؐ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں حسینؑ قتل ہوں گے۔ فرشتے نے آپؐ کو وہ جگہ دکھا دی اور آپ کی خدمت میں کچھ سخت ریت اور کچھ مٹی لائے۔ امِّ سلمہؑ نے اس کو دیکھ لیا اور اس کو ایک کپڑے میں رکھ لیا۔ ثابت (راوی) نے کہا کہ ہم لوگ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ ابو حاتم نے یہ عبارت زیادہ کی ہے اور کہا ہے کہ آنحضرتؐ نے اسی مٹی کو سونگھا اور فرمایا کربلا پر افسوس ہے۔[2]

رسولؐ نے امِّ سلمہؑ ہی کو خاکِ کربلا کیوں دی؟

معتبر روایاتِ اہلِ تشیع سے واہلِ سنت سے ثابت ہے کہ رسولؐ نے امِّ سلمہؑ کے علاوہ کسی کو خاکِ کربلا نہیں دی تھی۔ رسولؐ کا امِّ سلمہؑ کو خاکِ کربلا دینا ایک خاص مقصد کے تحت تھا۔ وہ یہ کہ رسولؐ جانتے تھے کہ امِّ سلمہؑ سن ۶۱ ھ تک زندہ رہیں گی اور آپؑ اتنی امانت دار ہیں کہ یہ خاک سنبھال کر رکھیں گی۔

دوسرا یہ کہ امِّ سلمہؑ محبِ اہلِ بیتؑ تھیں کہ جب خاکِ کربلا خون ہو جائے تو اسے دیکھ

(۱) ''چودہ ستارے''، ص ۲۱۳، ''ینابیع المودّت''، ص ۵۰۶۔

(۲) ''ینابیع المودّت''، ص ۵۰۶۔

کر وہ مدینے والوں کو شہادتِ حسینؑ کی خبر دیں گی تو سب کو ضرور یقین ہو جائے گا۔

تیسرا سبب یہ کہ رسولؐ نے اپنی زوجہ کو خاک دے کر بتایا کہ اگر میں واقعۂ کربلا کے وقت موجود ہوتا تو ضرور حسینؑ کا ماتم کرتا۔ اس کام کو امّ سلمہؑ نے بروزِ عاشور سرانجام دیا۔

دوسرے انداز میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسولؐ نے ایک عزاخانے کی بنیاد ڈالی ہے کہ جیسے ہی حسینؑ کی شہادت ہوا اور امِّ سلمہؑ کے پاس رکھی خون بھری شیشی کو دیکھ کر زنانِ بنی ہاشمؑ میں ماتم برپا ہو جائے اور آج بھی یہی نظر آتا ہے کہ شبِ عاشور عزاخانوں میں پنجوں میں خون نمودار ہوتا ہے یا جن حضرات کے پاس خاکِ تربتِ حسینؑ ہوتی ہے تو اس سے بھی خون آجاتا ہے، اس کے علاوہ کربلا میں امامِ حسینؑ کی جائے قتل سے اور جہاں جہاں مختلف منازل پر امامِ حسینؑ کا سر رکھا گیا تھا وہاں سے خون ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ اب کی بات نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال پہلے یہ کام رسولؐ نے کر کے دکھایا ہے۔

ایک نکتہ

مندرجۂ بالا باتیں تحریر کرتے ہوئے ایک نکتہ ذہن میں آیا، سوچا اس کو یہاں تحریر کر دوں۔ سوال یہ ہے کہ امامِ حسینؑ کی شہادت پر خون کیوں ظاہر ہوتا ہے؟

دنیائے عالم میں رسولؐ کی وفات منائی جاتی ہے، اس کے علاوہ مسلمان اپنے خلفاء کی وفات مناتے ہیں اور دوسری تاریخوں میں مختلف یوم منائے جاتے ہیں مگر کہیں سننے میں یہ نہیں آیا کہ ان کی قبر سے خون نمودار ہوا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے اور نہ نظر آتا ہے سوائے حضرتِ امامِ حسینؑ کے کہ ہر سال روزِ عاشور قبرِ مبارک سے خون نمودار ہوتا ہے وہ بھی ایک جگہ نہیں بلکہ مختلف عزاخانوں میں بھی۔

اس مصنفِ احقر کا یہ خیال ہے کہ خدا قرآنِ مجید میں فرماتا ہے کہ "مجھے میری نشانیوں

سے پہچانو"۔

اللہ کی نشانیاں کیا ہیں؟ یہ آسمان، زمین، چاند، تارے، انسان، حیوان، جاندار، بے جان تمام ارضی وسماوی جتنی اشیاء ہیں سب اللہ کی نشانیاں ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ہم ان نشانیوں کے ذریعے پہچانیں اللہ کو۔

روزِ عاشور آسمان سے خون کی بارش، فضاؤں میں طوفان کی لہریں، زمین میں زلزلہ، کالی آندھیاں، سورج کا گہن، تاروں کا ٹوٹنا، جنوں کا نوحہ، ہر پتھر کا اٹھایا جانا کہ جس کے نیچے سے تازہ خون جاری ہونا، آج عزاخانوں اور مختلف جگہوں پر روزِ عاشور خون کا نمودار ہونا.... خدا یہ بتانا چاہ رہا ہے کہ یہ سب واقعات اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ خدا بھی غمِ حسینؑ میں شریک ہے، ورنہ لوگ یہ بتائیں کہ خون ہی کیوں نکل رہا ہے اور وہ بھی صرف اور صرف شہادتِ حسینؑ پر ...؟

مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ ان کو ایک نہ ایک دن قبر میں جانا ہے اور جواب دینا ہے۔ اتنا کچھ یقین کرنے کے باوجود بھی کہ خون جاری ہو رہا ہے اور خدا اپنے آپ کو پہچنوا رہا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے آباء واجداد کی پوجا کرکرنا چھوڑ دیں، اگر نہیں چھوڑ سکتے تو اپنی فکر کریں کہ ان کو خدا کے ہاں حاضر ہونا ہے۔

اُمِ سلمہؑ اور صلحِ حدیبیہ

حضرتِ امامِ صادقؑ سے روایت ہے کہ خداوندِ عالم نے آنحضرتؐ کو خواب میں حکم دیا کہ مسلمانوں کے ساتھ مسجد الحرام میں داخل ہوں، طواف کریں اور سر منڈوائیں۔ حضور نے یہ خواب صحابہ کے سامنے بیان کیا اور چلنے کا حکم دیا۔ مقامِ ذوالحلیفہ پہنچ کر حضورؐ نے اونٹوں کو اشعار کیا اور مسجدِ شجرہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور لبیك اللّٰهم لبيك کہتے ہوئے روانہ ہوئے۔ قریش کو اس بات کا علم ہوا تو خالد بن ولید کو دو سو سواروں کا لشکر دے کر بھیجا

کہ حضورؐ کے لشکر پر حملہ کرے۔ خالد نے سوچا کہ اثنائے نماز میں حملہ کرنا آسان ہوگا اس لیے تاک میں لگا رہا مگر حضورؐ نے نمازِ خوف ادا کی اور خالد اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ دوسرے دن رسولؐ نے حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا جو حدودِ حرم سے متصل ہے۔ ادھر قریش بھی مکے سے نکل آئے کہ حضورؐ کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضرتؐ نے پیغام بھیجا کہ ہم جنگ کرنے نہیں آئے، عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں، قربانیاں کریں گے اور ان کے گوشت تمھارے لیے چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے۔

قریش نے عروہ بن مسعود کو حضرتؐ کے پاس بھیجا۔ وہ آپؐ سے بہت متاثر ہوا اور حضورؐ نے اسے تمام ارادوں سے آگاہ کیا کہ آپؐ جنگ کے لیے نہیں بلکہ عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ عروہ نے جا کر قریش کو حضورؐ کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ اب قریش نے حفص ابن احنف اور سہیل بن عمرو کو حضورؐ کے پاس صلح کرنے کے لیے بھیجا۔ حضورؐ راضی ہوئے، صلح نامہ تحریر کیا گیا۔ صلح نامہ کے کاتب حضرتِ علیؑ تھے۔ صلح نامہ تحریر کرنے کے بعد رسولؐ نے صلح نامہ کی ایک نقل سہیل کے حوالے کر دی اور حضورؐ نے حکم دیا کہ اونٹوں کو نحر کرو اور سر منڈواؤ مگر اصحاب نے صاف انکار کر دیا۔

حضرتؐ کو بہت رنج ہوا۔ آپؐ امِّ سلمہؑ کے پاس تشریف لائے جو آپ کے ہمراہ تھیں اور تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ جنابِ امِّ سلمہؑ نے عرض کی حضورؐ اپنی قربانی دیں اور نحر کریں اور اپنا سر منڈوائیں۔ جب آپؐ ایسا کریں گے تو وہ لوگ بھی ایسا کریں گے۔ حضرتؐ نے امِّ سلمہؑ کی رائے بہتر سمجھی اور اونٹوں کو نحر کیا اور سر منڈوایا۔

پھر رسولؐ چند دنوں بعد مکہ وارد ہوئے اور عمرہ کر کے مدینہ واپس آ گئے۔* صلحِ حدیبیہ ماہ ذیقعد ۶ ھ میں ہوئی ہے۔

نزولِ آیتِ تطہیر در بیتِ امِّ سلمہؑ

طبرانی نے ابن جریر اور ابنِ منذر کے حوالے سے امِّ سلمہؑ سے روایت کی ہے کہ

* "حیات القلوب"، جلدِ دوم، ص ۶۴۴ تا ۶۴۸۔

آیت انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیراً (۱) میرے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ جنابِ فاطمہؑ ایک پتھر کی ہنڈیا لائیں جس میں ثرید موجود تھی۔ رسول اللہؐ نے جنابِ سیدہؑ سے فرمایا کہ اپنے شوہر علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو میرے پاس لاؤ۔ جناب نے ان حضرات کو بلایا۔ جب یہ لوگ کھانا تناول فرما رہے تھے تو اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی۔(۲)

جنابِ اُمِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ نبیِ کریمؐ نے امامِ حسینؑ، امامِ حسنؑ، حضرتِ علیؑ اور حضرتِ فاطمہؑ پر چادر کو ڈال کر فرمایا، اے میرے اللہ! یہ لوگ میرے اہلِ بیتؑ ہیں اور میرے خاص افراد۔ ان سے ناپاک چیز کو دور رکھ اور ان کو کما حقہٗ پاک و پاکیزہ بنا۔ اُمِّ سلمہؑ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ میں ان حضرات کے ساتھ شامل ہو جاؤں؟ رسولؐ اللہ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر ٹھہری رہو اور تیری بازگشت بھلائی پر ہے۔(۳)

مختصر یہ کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں، امام احمد بن حنبل نے مسند میں، ابن اثیر نے جامع الاصول میں، فتح ترمذی و مسلم سے الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ زوجہ رسولؐ اُمِّ سلمہؑ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا رسولؐ اللہ میرے یہاں صفے میں بیٹھے ہوئے تھے جو آنحضرتؐ کی خواب گاہ تھی اور پائے مبارک کے نیچے خیبری عبا بچھی ہوئی تھی۔ میں حجرے میں نماز پڑھ رہی تھی کہ اتنے میں فاطمہؑ آنحضرتؐ کے لیے ایک ظرفِ حریرہ لائیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے شوہر اور اپنے فرزندوں کو بلاؤ! ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ علیؑ اور حضرتِ حسنینؑ آئے اور حریرہ کھانے میں مشغول ہوئے۔ اس وقت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کے سامنے آیتِ تطہیر کی تلاوت کی۔

اُمِّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ میں نے عبا کے اندر اپنا سر بڑھا کر عرض کیا: **انا معکم یا رسول اللّٰہ قال انک علی خیر** ''یا رسول اللہؐ میں بھی آپؐ حضرات کے ساتھ ہو جاؤں تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نیکی پر ہو (مطلب یہ کہ تم میری اہلِ بیتؑ کا درجہ حاصل نہیں کرسکتیں)۔

آیتِ تطہیر ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال اُمِّ سلمہؑ کے گھر میں نازل ہوئی تھی۔

---

(۱) ترجمہ: اے اہل بیتؑ رسولؐ خدا تمھیں ہر رجس سے دور رکھے گا اس طرح جیسا رکھنے کا حق ہے۔ (سورۂ احزاب، آیت ۳۳)
(۲) ''ینابیع المودۃ''، ص ۱۶۹۔
(۳) ''ینابیع المودۃ''، ص ۱۶۹، ''ارجح المطالب''، جلد ۱، ص ۶۱۔

چند واقعات

برادرِ عم کی وفات پر گریہ کی اجازت طلب کرنا

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ مغیرہ کے فرزند ولید کی وفات ہوئی۔[1] امّ سلمہؑ نے جناب رسولِ خداؐ سے عرض کی کہ مغیرہ کے خاندان والوں نے فرشِ عزا بچھائی ہے۔ اجازت دیجیے کہ ان کی تعزیت کے لیے جاؤں۔ حضرتؐ نے اجازت دی۔ امِ سلمہؑ نے کپڑے پہنے اور جانے کے لیے تیار ہوئیں۔ وہ حسن و جمال میں پری کی مانند تھیں۔ جب وہ کھڑی ہوتی تھیں اور اپنے بالوں کو کھول دیتی تھیں تو تمام جسم ڈھک جاتا تھا۔ وہ اپنے گیسوؤں کے کناروں کو اپنے خلخالوں سے باندھ دیتی تھیں۔ غرض اپنے فرزند[2] پر حضرت کے سامنے نوحہ کرنا شروع کیا اور آنحضرتؐ نے ان کو منع نہیں کیا۔[3]

جمالِ امِّ سلمہؑ بزبانِ حضرتِ عائشہ وحفصہ۔

حضرتِ عائشہ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہؐ نے امِ سلمہؑ سے نکاح کیا تو مجھے بڑا دکھ اور

---

(۱) مغیرہ اُمِّ سلمہؑ کا چچا تھا اور ولید چچازاد۔ مصنف

(۲) یہاں فرزند سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ مصنف

(۳) ''حیات القلوب''، ج دوم، ص ۸۹۶۔

صدمہ ہوا اور تکلیف ہوئی کیونکہ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ وہ بے حد حسین وجمیل ہیں۔ آخرِ کار میں نے حسنِ تدبیر سے ان کو خوب غور سے دیکھا تو خدا کی قسم میں نے انھیں اس سے زیادہ حسین پایا جتنا بیان کیا گیا تھا۔ میں نے اس کے بعد حضرتِ حفصہ سے بیان کیا کہ امّ سلمہؑ تو حقیقت میں بے حد حسین ہیں۔ پھر انھوں نے بھی دیکھا تو کہا کہ نہیں وہ تو ایسی حسین نہیں جتنا تم کہتی ہو۔ ہاں عام لوگ جس طرح حسین ہوتے ہیں اسی طرح کا حسن ضرور ہے۔

حضرتِ عائشہ کہتی ہیں کہ حضرتِ حفصہ کے اس کہنے کے بعد اب جو میں نے دوبارہ امِّ سلمہؑ کو دیکھا تو واقعی ان میں مجھے ویسا حسن نظر نہیں آیا جیسا پہلے نظر آیا تھا۔ دراصل مجھے سوت کا صدمہ تھا اور میں نے چونکہ پہلے اسی صدمے کی حالت میں انھیں دیکھا تھا تو وہ مجھے بے حد خوبصورت معلوم ہوئیں[1]۔

ایک مرتبہ حضرتِ عائشہ حضرتِ امّ سلمہؑ سے ملنے گئیں جو حجِ بیت اللہ کے لیے مکے تشریف لائی تھیں۔ بعدِ سلام حضرتِ امّ سلمہؑ سے عرض کیا کہ اے بنتِ الامیہ آپؑ اول وہ بی بی ہیں جنھوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی اور زوجیتِ نبیؐ میں آپ کی شان ہے اور منزلتِ عظیم ہے اور آپ امہات المومنینؑ میں اپنے فضائل کی خصوصیات کے سبب ممتاز ہیں[2]۔

---

(۱) ''شہادتِ کبریٰ''، ج دوم، ص ۱۷۶۔۱۷۷، ''طبقاتِ ابن سعد''، جلدِ ہشتم، ص ۱۲۶۔

(۲) ''روضۃ الاحباب''۔

حضرتِ امّ سلمہؑ کا فرمانا کہ اے ابنِ خطاب! تم ہر معاملے میں دخل دیتے ہو یہاں تک کہ ازواج النبیؐ کے معاملے میں بھی

حضرتِ عمر نے کہا کہ ایک دن جبکہ میں اپنے معاملے میں کچھ سوچ رہا تھا اس وقت میری بیوی نے کہا کہ کاش تم اس طرح کرتے (جیسا میں چاہتی ہوں)۔ میں نے کہا کہ تمھیں کیا، تم کیوں میرے معاملے میں دخل دیتی ہو جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اے ابنِ خطاب مجھے تم پر تعجب ہے تم نہیں چاہتے کہ تمھاری باتوں کا جواب دیا جائے حالانکہ تمھاری بیٹی رسولؐ اللہ کی باتوں کا جواب دیتی ہے یہاں تک کہ آپؐ دن بھر غصے میں رہے۔ یہ سن کر حضرتِ عمر ایک چادر لے کر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ حفصہ کے پاس گئے اور کہا اے بیٹی! تو رسولؐ کی باتوں کا جواب دیتی ہے یہاں تک کہ رسولؐ دن بھر غصہ رہے۔ حفصہ نے کہا خدا کی قسم! ہم آپؐ کی باتوں کا جواب دیتے ہیں۔ میں نے کہا تو جان لے کہ میں تجھے اللہ کی سزا اور رسولؐ اللہ کے غضب سے ڈراتا ہوں۔ اے بیٹی! تجھے وہ دھوکے میں نہ ڈال دے جو اس کے حسن نے رسولؐ کی محبت کے سبب نڈر کر دیا ہے۔ اس سے حضرتِ عائشہ کی طرف اشارہ تھا۔

حضرتِ عمر کا بیان ہے کہ پھر میں وہاں سے نکلا، یہاں تک کہ قرابت کے سبب امِّ سلمہؑ کے پاس گیا اور میں نے ان سے (حفصہ کے متعلق) گفتگو کی تو انھوں نے کہا، اے ابنِ خطاب تم ہر چیز میں دخل دیتے ہو حتیٰ کہ رسول اللہؐ اور ان کی بیویوں کے معاملے میں بھی دخل دیتے ہو۔

حضرتِ عمر کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ واقعہ رسولؐ سے بیان کیا تو آپ مسکرا دیے۔*

---

* ''صحیح بخاری''، جلدِ دوم، تفسیرِ سورۂ تحریم، حدیث، ص ۲۰۲۰۔

قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں

شیخ طوسی نے بہ سندِ معتبر حضرتِ ابوذر غفاریؓ کے غلام ثابت سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جنگِ جمل میں امیر المومنینؑ کے لشکر کے ساتھ تھا۔ جب میں نے حضرتِ عائشہ کو مخالفین کی صفوں کے آگے دیکھا تو میرے دل میں شک پیدا ہوا جس طرح کہ اور لوگ ان کے سبب سے شک میں مبتلا تھے۔ جب دوپہر ڈھلی تو خدا نے میرے دل سے وہ شک زائل کر دیا اور میں امیر المومنینؑ کے لشکر کے ساتھ مخالفین سے جنگ کرنے میں مشغول ہوا، اس کے بعد حضرتِ امِّ سلمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا (جو مکے میں تھیں) اور ان سے اپنا قصہ بیان کیا۔ معظّمہ نے فرمایا کہ تو نے کیا کیا جس وقت لوگوں کے طائر اپنے آشیانوں سے پرواز کر چکے تھے۔ میں نے کہا میرے دل میں بھی شک ہو گیا تھا اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس شک کے پردے کو میرے دل سے ہٹا دیا اور امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر رہ کر ان کے دشمنوں سے خوب جنگ کی۔ امِّ سلمہؑ نے فرمایا بہت اچھا کیا۔ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہیں اور یہ آپس سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں*۔

اِس تمام واقعے میں حضرتِ عائشہ کی طرف اشارہ ہے۔

ابولبابہ کی دعا قبول ہوگئی

جب رسولِ خداؐ نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا اور انھوں نے پیغمبرِ اکرمؐ سے کہا کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیجیے کہ ہم ان سے مشورہ کریں۔ حضرتؐ نے ابولبابہ سے

* ''حیات القلوب''، جلدِ دوم، ص ۸۹۴۔

کہا کہ اپنے جانشینوں اور دوستوں کے پاس جاؤ۔ وہ جب وہاں پہنچے تو مرد دوڑ کر ان کے پاس آئے اور عورتوں اور بچوں نے ان کو گھیر لیا اور سب رونے لگے اور ان پر مغموم ہوئے۔ ان لوگوں نے کہا اے ابولبابہ! تمھارے نزدیک کیا مناسب ہے کہ ہم حضرتؐ کے حکم سے قلعے سے باہر نکلیں۔ وہ بولے ہاں اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا یعنی قتل کیے جاؤ گے۔ پھر اپنی اس حرکت پر بہت پشیمان ہوئے کہ میں نے خدا اور رسولؐ سے خیانت کی۔ اور قلعے سے واپس آئے تو آنحضرتؐ کی خدمت میں نہیں حاضر ہوئے بلکہ سیدھے مسجد میں چلے گئے اور اپنی گردن میں ایک رسی باندھ دی اور اس کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا جس کو اسطوانۂ توبہ کہتے ہیں اور عہد کیا کہ میں اس رسی کو نہ کھولوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں یا خدا میری توبہ قبول کرے۔ حضرتؐ کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آئے تو میں ان کے لیے خدا سے طلبِ مغفرت کرتا۔ اب جبکہ وہ خود اللہ کی بارگاہ میں جا پہنچے ہیں تو خدا ان کے فیصلے کا زیادہ سزاوار ہے۔ ادھر ابولبابہ دنوں کو روزہ رکھتے اور رات کو ایک دانے کے برابر غذا سے افطار کر لیتے۔ ان کی بیٹی شام کو آتی اور رات کو قضائے حاجت کے لیے ان کی رسی کھول دیتی۔ ایک رات رسولؐ خانۂ امِّ سلمہؑ میں تھے، خدا نے ابولبابہ کی توبہ قبول فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا اے امِّ سلمہؑ خدا نے ابولبابہ کی توبہ قبول فرمائی۔ یہ سن کر امِّ سلمہؑ نے کھڑکی سے نیچے مسجد کی طرف آواز دی اے ابولبابہ! خدا نے تمھاری توبہ قبول فرمائی۔

یہ آواز سنتے ہی سارے مرد ان کی طرف دوڑے اور ان کی رسی کھولی۔ پھر رسولؐ تشریف لائے اور ابولبابہ کو مبارک باد دی۔*

اس واقعے سے واضح ہوتا ہے کہ رسولؐ اکثر اوقات امِّ سلمہؑ کو اپنی راز کی باتیں بتا دیتے تھے، دوسرے یہ کہ لوگوں کو امِّ سلمہؑ پر اتنا اعتماد تھا کہ حضرتِ امِّ سلمہؑ کی ایک آواز کو سن کر انھوں نے اس قول کو تسلیم کر لیا اور فوراً دوڑ کر ابولبابہ کی رسی کھول دی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امِّ سلمہؑ تمام عرب میں ایک عظیم شخصیت تھیں اور لوگوں کو آپؑ پر پورا بھروسا تھا اور رسولؐ بھی

* "حیات القلوب"، جلدِ دوم، ص ۶۳۴۔

آپؑ پر بھروسا کرتے تھے، اسی لیے رسولؐ نے آپ کو خاکِ کربلا دی تھی۔ اس کے علاوہ امام علیؑ نے آپ کے پاس تبرکاتِ امامت بطورِ امانت رکھوائے اس لیے کہ امامؑ کو آپؑ پر اعتماد تھا۔

پھر امامِ حسینؑ نے مدینے سے روانہ ہوتے وقت کچھ چیزیں بھی امِّ سلمہؑ کے پاس بطورِ امانت رکھوائی تھیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امِّ سلمہؑ کی امانت اور دیانت داری کو سبھی تسلیم کرتے تھے اور آپؑ پر پورا بھروسا اور یقین رکھتے تھے۔

امِّ سلمہؑ اور حجۃ الوداع

ماہِ ذیقعدکی پچیسویں تاریخ ۱۰ھ کو رسولؐ اپنے پہلے اور آخری حج کے لیے روانہ ہوئے اور آپؐ کے ہمراہ تمام ازواج جن میں امِّ سلمہؑ بھی تھیں، جنابِ سیدہؑ، امامِ حسنؑ و حسینؑ، اسماء بنتِ عمیسؑ اور دوسری عورتیں اور تمام اصحاب روانہ ہوئے۔ قافلے کی کل تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار تھی[1]۔ رسولؐ نے تمام مناسکِ حج ادا کروائے اور تمام صحابہ نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ادا کیا اور جانوروں کی قربانیاں کیں۔ تمام مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد ۱۴ ذوالحجہ ۱۰ھ کو مدینے روانہ ہوئے اور اس سے ملے، مقامِ غدیرِ خم میں امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کو اپنا خلیفہ و جانشین بحکمِ خدا مقرر کیا[2]۔

غدیرِ خم اور امِّ سلمہؑ

۱۴/ ذوالحجہ کو مکے سے روانہ ہونے کے بعد ۱۸/ ذوالحجہ ۱۰ھ مقامِ غدیر پہنچے تھے کہ حکمِ خدا نازل ہوا:

---

(۱) ''چودہ ستارے''، ص ۸۳۔

(۲) ''حیات القلوب''، ج دوم، ص ۸۱۳۔

یآ ایّھا الرّسول بلغ مآ انزل الیک من ربّک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ و اللّٰہ یعصمک من النّاس۔

(سورۂ مائدہ، آیت ۶۷)

یعنی اے پیغمبر لوگوں کو وہ حکم پہنچا دو جو تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہو چکا ہے۔ اگر تم نے وہ حکم نہ پہنچایا تو خدا کی رسالت ہی ادا نہ کی۔

رسولؐ نے پورا لشکر روک دیا۔ جلتی ہوئی ریت تپتے ہوئے صحرا، بے آب و گیاہ میدان، نہ سایہ ہے۔ گرمی کی شدت سے صحابہ نے عماموں کے کپڑوں کو پیروں پر لپیٹ رکھا ہے اور دوسری طرف رسولؐ پالان اشتر کے منبر پر کھڑے ہیں اور تھوڑی دیر خطبے کے بعد علیؑ کو طلب کیا اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ بازو کے کپڑے نے بغل کو بوسہ دیا اور بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور فضا میں ایک صدا گونجی:

من کنت مولاہ ا فھذا علی مولا

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔

امِّ سلمہؓ موجود تھیں اور یہ منظر دیکھ رہی تھیں، اسی لیے خود ان سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے خمِ غدیر کے روز علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ آپؐ کی بغل کی سفیدی دکھائی دی۔ رسولؐ نے فرمایا تھا، ''جس کا میں سردار ہوں اس کے علیؑ سردار ہیں''۔ پھر فرمایا تھا، ''اے لوگو! میں تم میں دو گراں قدر چیزیں بطورِ قائم مقام چھوڑے جا رہا ہوں (ایک) کتابِ خدا ہے (دوسری) میری اولاد ہے۔ یہ دونوں اس وقت تک جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد نہ ہوں''۔*

اس کے بعد کچھ دیر اور خطبہ دیا اور پھر حضرتِ علیؑ کے لیے ایک خیمہ لگوایا جس میں لگاتار تین دن تک صحابہ علیؑ کو مبارک باد دیتے رہے اور مصافحہ کرتے رہے۔ سب سے پہلے مبارک باد دینے والے حضرتِ عمر تھے اور مبارک باد کے الفاظ یہ تھے:

* ''ینابیع المودۃ''، ص ۶۹۔

بخٍ بخٍ لك علیّ اصبحت مولای و مولیٰ کل مومن و مومنۃٍ
(یعنی) مبارک ہو مبارک ہو تم کو اے علیؑ آج تم نے صبح کا کس قدر مبارک منہ دیکھا کہ تم
میرے آقا اور ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہو گئے۔(۱)

جب تمام صحابہ مبارک باد دے چکے تو رسولؐ وارِدِ مدینہ ہوئے اور مدینے میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے حضرتؐ نے امِّ سلمہؑ کے گھر قیام کیا اور پھر حضرتِ عائشہ کے گھر اور پھر اسی مکان میں انتقال کیا۔

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد رسولؐ نے امِّ سلمہؑ کے گھر قیام کیا

جب آنحضرتؐ نے اس سفر سے مراجعت فرمائی اور امِّ سلمہؑ کے مکان میں قیام فرمایا اور ایک مہینے تک وہیں مقیم رہے اور کسی اور بی بی کے گھر نہیں گئے جیسا کہ آنحضرتؐ کا معمول تھا تو اس حال میں عائشہ وحفصہ نے اپنے باپ (حضرتِ ابوبکر وعمر) سے شکایت کی ان لوگوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ ایسا کیوں کر رہے ہیں اور اس کا سبب کیا ہے۔ پھر حضرتِ عائشہ وحفصہ سے کہا کہ تم لوگ جاؤ اور ان حضرتؐ سے نرمی کے ساتھ باتیں کرو اور اپنی محبت ظاہر کرو اور ان کو گرویدہ رکھو۔ اگر ایسا کرو گی تو چونکہ وہ صاحبِ شرم و حیا ہیں ممکن ہے ان حیلوں کے سبب جو کچھ ان کے دل میں ہے ظاہر کر دیں اور ان کو اپنے اوپر مہربان بنا لو۔ یہ سن کر حضرتِ عائشہ تنہا آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں۔ آنحضرتؐ امِّ سلمہؑ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ امیر المومنینؑ بھی آپؐ کے پاس موجود تھے۔ سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا اے حمیرہ(۲) کس غرض سے آئی ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کا میرے غریب خانے پر اس مرتبہ تشریف نہ لانا میرے لیے بہت شاق ہے۔ میں آپؐ کی

---

(۱) ''حیات القلوب''، جلدِ دوم، ص ۸۰۵۔

(۲) ''حمیرا حضرتِ عائشہ کا لقب ہے جس کے معنی گوری کے ہیں۔ (مصنف)

ناراضی سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اگر تم اپنے اس قول میں سچی ہوتی تو میرے راز کو جو میں نے تم سے ظاہر کر دیا تھا افشا نہ کرتیں حالانکہ میں نے بڑی تاکید کر دی تھی کہ ظاہر نہ کرنا مگر تم یقیناً خود بھی ہلاک ہوئیں اور ایک گروہ کو بھی ہلاک کر دیا۔ پھر حضرتؐ نے امِّ سلمہؑ کی کنیز کو بلایا اور فرمایا کہ میری سب بیویوں کو بلاؤ۔ جب وہ سب خانۂ امِّ سلمہؑ میں جمع ہو گئیں تو حضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ جو کچھ میں تم سب سے کہتا ہوں غور سے سنو۔ پھر حضرتِ علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے اور وصی اور وارث ہے اور میرے بعد تمھارے اور میری تمام امت کے معاملات (دینی و دنیوی) کی نگرانی کرنے والا ہے لہٰذا جو حکم دے اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گی۔ پھر حضرتِ علیؑ سے فرمایا کہ ان عورتوں کی میں تم سے سفارش کرتا ہوں کہ ان کی نگرانی رکھنا اور جب تک یہ تمھاری مطیع رہیں ان کے اخراجات ان کو دیتے رہنا اور ان کو اپنے اطاعت کا حکم دیتے رہنا اور ان کی باتوں سے تم کو شک گزرے تو ان کو روکتے رہنا اور منع کرتے رہنا۔ اگر نافرمانی کریں تو ان کو میری زوجیت سے آزاد کر دینا اور طلاق دے دینا۔ جنابِ امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ عورتیں ہیں، ان کا کام سستی اور رائے کی کمزوری ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جب تک نرمی سے اصلاح ممکن ہو نرمی کرنا پھر بھی ان میں سے تمھاری نافرمانی کرے تو طلاق دے دینا۔ ایسی طلاق جس سے خدا اور رسولؐ راضی ہوں۔ یہ سن کر تمام بیویاں ساکت ہو گئیں اور ایک لفظ نہ بولیں مگر حضرتِ عائشہ نے کہا یا رسول اللہؐ ہم ہرگز ایسے نہیں کہ آپؐ کسی بات کا حکم دیں اور ہم اس کے خلاف کریں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے حمیرہ ایسا نہیں بلکہ تو نے مخالفت کی اور بدترین مخالفت۔ خدا کی قسم یہی بات جو ابھی میں نے تجھ سے کہی ہے تو اس کی بھی مخالفت کرے گی اور علیؑ کی میرے بعد نافرمانی کرے گی اور علانیہ اور ظاہر بظاہر گھر سے نکلے گی، جہاں میں تجھے بٹھا کر جاؤں گا اور کئی ہزار اشخاص تیرے گرد ہوں گے اور تو علیؑ سے سرکشی کرے گی اور اپنے پروردگار کی گنہگار ہو گی اور جس راہ

سے تو جائے گی حوّاب کے کتے سرِ راہ تجھ پر بھونکیں گے اور یہ وہ امر ہے کہ ضرور واقع ہوگا۔ پھر سب بیویوں کو رخصت فرمایا اور وہ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلی گئیں۔ (۱)

رسولؐ کا امّ سلمہؑ کو وفات سے آگاہ کرنا

امام جعفرِ صادقؑ سے ایک طویل روایت ہے کہ جس کا ایک حصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا امّ سلمہؑ کے گھر تشریف لائے اور زبانِ مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ خداوندا میری امت کو آتشِ جہنم سے محفوظ رکھنا اور ان پر روزِ جزا کا حساب آسان کرنا۔ امّ سلمہؑ نے کہا یا حضرتؐ کس لیے آپؐ کو غمگین اور آپؐ کا رنگِ مبارک متغیر پاتی ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا جبرائیلؑ نے اس وقت مجھے خبرِ مرگ پہنچائی ہے۔ پس تم پر سلام ہو کہ تم دنیا میں میرے بعد پھر محمدؐ کی آواز نہ سنو گی۔ امّ سلمہؑ نے جب یہ خبرِ وحشت اثر حضرتؐ سے سنی تو چلائیں اور کہا واحسرتا! آپؐ پر ایسا غم واندوہ مجھے ہوا کہ جس کی ندامت وحسرت کا تدارک نہیں کر سکتی۔ پس حضرتؐ نے صدائے غمِ حضرتِ فاطمۃ الزہراء سنی اور فرمایا اے دختر میں بہت جلد تجھ سے مفارقت کرتا ہوں اور تجھے وداع کرتا ہوں۔ اے فاطمہ تجھ پر سلام ہو۔ (۲)

امّ سلمہؑ اور وفاتِ رسولِ خدا

امّ سلمہؑ کے گھر میں ایک مہینے قیام کے بعد رسولؐ حضرتِ عائشہ کے ہاں قیام پذیر ہو گئے اور اسی حجرے میں وفات پائی۔

غرض یہ کہ رسولؐ نے اپنی وفات سے چار روزِ پہلے بروز جمعرات مسلمانوں سے قلم

(۱) ''حیات القلوب''، ج دوم، ص ۸۲۸۔۸۲۹۔

(۲) ''جلاء العیون'' (جلد اوّل) ملا مجلسی، ص ۱۲۱۔

اور کاغذ طلب کیا کہ مسلمانوں کے لیے ایک نوشتہ لکھ دیں جوان کے بعد مسلمانوں کی رہنمائی کرے۔ پس حضرتِ عمر نے روکا اور کہا کہ یہ ہذیان بک رہے ہیں، حالانکہ دوسری طرف پردے کے پیچھے سے ازواج النبیؐ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں کہ تم کو کیا ہو گیا ہے، کیوں رسولؐ کو قلم اور کاغذ نہیں دیتے۔ آخر وہ تو تمھاری بھلائی کے لیے ایک نوشتہ لکھنا چاہتے ہیں۔ بہت شوروغل ہوا یہاں تک کہ رسولؐ نے قوموا عنی کہہ کر سب کو اپنے پاس سے دور کر دیا۔

ابنِ عباسؓ کہتے تھے۔ ہائے جمعرات کا دن! جمعرات کا دن! اسی دن آنحضرتؐ کی بیماری سخت ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا لکھنے کا سامان لاؤ۔ میں تم کو ایک کتاب (وصیت نامہ) لکھوائے جاؤں، تم اس پر چلو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ یہ سن کر اصحاب نے جھگڑا شروع کر دیا حالانکہ رسولؐ کے سامنے جھگڑا کرنا درست نہیں، کوئی[1] کہنے لگا آپؐ کیا بڑبڑا رہے ہیں۔

حضرتِ اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! سب سے زیادہ آخر وقت تک پیغمبرؐ کی خدمت میں باریاب رہنے والے علیؑ ہیں۔ ہم لوگ اس صبح پیغمبرؐ کی عیادت میں تھے اور آپؐ بار بار فرماتے کہ علیؑ آئے! میرا خیال تھا کہ حضرتؐ نے انھیں کسی کام سے باہر بھیجا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد علیؑ تشریف لائے۔ میں نے اندازہ کیا کہ پیغمبرؐ تخلیہ چاہتے ہیں، ہم لوگ اس حجرے سے باہر نکل آئے۔ میں دروازے کے قریب بیٹھ گئی اس لیے دوسروں کے بہ نسبت پیغمبرؐ سے میں زیادہ قریب تھی۔ پیغمبرؐ حضرتِ علیؑ پر جھک پڑے، ان سے چپکے چپکے (راز کی) باتیں اور سرگوشیاں کرنے لگے اور اسی دن آنحضرتؐ کا انتقال ہوا اس لیے حضرتِ علیؑ ہی وہ شخص ہوتے ہیں جو آخر وقت تک رسولؐ کی خدمت میں حاضر رہے۔[2]

یہ واقعہ ۲۸ صفر ۱۱ھ، بروزِ دوشنبہ کا ہے۔

---

(۱) ''کوئی'' سے مراد عمر بن خطاب ہیں۔ اس کو بخاری شریف سے نکال دیا گیا ہے مگر ''صحیح مسلم''، جلد دوم، ص ۴۳ پر لفظِ عمر موجود ہے۔ بخاری میں یہ دوسری جلد کے صفحہ نمبر ۶۳۰، حدیث ۱۵۵۱ پر ہے۔ (مصنف)

(۲) ریاض النضرہ جلد دوم ص ۱۸۰، ازالۃ الخلفاء مقصد ۲، ص ۲۶۳۔

رسولؐ نے دورانِ علالت امِّ سلمہؑ کے ہاں قیام کیوں نہ فرمایا؟

روایات سے ثابت ہے کہ رسولؐ کی وفات حضرتِ عائشہ کے حجرے میں ہوئی ہے جبکہ اس سے قبل رسولؐ حضرتِ امّ سلمہؑ کے ہاں قیام پذیر تھے۔ بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ امِ سلمہؑ کے گھر میں تھے مگر حضرتِ عائشہ کو یہ بہت شاق گزرا تو یہ رسولؐ کو زبردستی اپنے گھر لے گئی تھیں اور اس طرح رسولؐ کو زبردستی گھر لے جانے کا سبب جب معلوم ہوا تو حضرتِ عمر نے رسولؐ کو وہ نوشتہ لکھنے سے منع کر دیا اور وہ جانتے تھے کہ رسولؐ حضرتِ علیؑ کے لیے وصیت لکھوائیں گے جیسا کہ شرحِ نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ اور عمر بن خطاب کے درمیان مناظرہ ہوا تو حضرتِ عمر نے اقرار کیا تھا کہ میں نے رسولؐ کو اس لیے روکا کہ مجھے معلوم تھا کہ آپؐ حضرت علیؑ کے لیے وصیت لکھوائیں گے۔ لہٰذا رسولؐ کا حضرتِ عائشہ کے ہاں قیام فرمانا مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر تھا:

(۱) یہ امرِ واقعہ ہے جیسا کہ حضرتِ عائشہ نے بیان کیا ہے کہ ازواج الرسولؐ دو مخالف جماعتوں میں منقسم تھیں، ایک میں حضرتِ عائشہ، حضرتِ سودہؓ اور صفیہؓ اور دوسری جماعت میں حضرت امِ سلمہؑ اور باقی ازواج تھیں*۔

حضرتِ عائشہ اور حضرتِ حفصہ کا مزاج جیسا تھا اس کا تذکرہ قرآنِ کریم میں موجود ہے (کہ اے رسولؐ تمھاری دو بیویوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں سورۂ تحریم، آیت ۴)۔ حضرتِ امِ سلمہؑ اور دوسری ازواج نے تو آنحضرتؐ کو اجازت دے دی کہ حضرتِ عائشہ کے مکان میں قیام فرمائیں لیکن اگر آنحضرتؐ امِ سلمہؑ کے مکان میں قیام فرمانا چاہتے تو حضرتِ عائشہ اور حضرتِ حفصہ وغیرہ کبھی اجازت نہ دیتیں اور ایک تنازعہ پیدا ہو جاتا۔

* ''صحیح بخاری''، جلدِ اول، حدیث ۲۳۹۹۔

(۲) آنحضرتؐ کا ارادہ تھا کہ مرض کے آخری ایام میں حضرتِ علیؑ کے حق میں وصیت تحریر کروائیں گے۔ اگر آنحضرتؐ اپنی دختر یا حضرتِ امِّ سلمہؑ کے ہاں قیام پذیر ہوتے تو مخالفین کہتے کہ آنحضرتؐ پر زور ڈال کر یہ وصیت لکھائی گئی ہے۔ اپنے گھر میں ہوتے ہوئے تو کہہ دیا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے، اگر کسی دوسرے کے گھر پر ہوتے تو معلوم نہیں کیا کرتے۔

(۳) آنحضرتؐ جب حضرتِ عائشہ کے گھر آ گئے تو پھر اتنی طاقت نہ رہی تھی کہ دوسرے گھروں پر باری باری جاتے۔

ان وجوہ کی بناء پر رسولؐ نے حضرتِ امِّ سلمہؑ کے ہاں قیام نہ فرمایا جبکہ آپؐ ان کے گھر قیام فرمانا چاہتے تھے۔

اُمِ سلمہ سلام اللہ علیہا

تیسرا دور

(رحلتِ رسولؐ ۱۱ھ تا رحلتِ امِ سلمہؑ ۶۴ھ)

وفاتِ رسولؐ کے بعد ایک ہفتے کے اندر کے حالات

یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ وفاتِ رسولؐ کے بعد کے حالات لکھتے ہوئے قلم کانپنے لگتا ہے اور راقم الحروف کو سمجھ میں نہیں آتا کہ واقعات کا آغاز کہاں سے کرے اس لیے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد زمانے نے مسلمانوں کو وہ دن دکھائے کہ جو درد، ظلم و جبر سے بھرے ہوئے ہیں۔ جیسے خانۂ بتولؐ پر آگ، علیؑ کو زبردستی بیعت کے لیے بلایا جانا، پھر سیدہؑ کا فدک کا مقدمہ کرنا اور دوسرے واقعات شامل ہیں۔ ہم ان حالات کا تاریخی حوالوں سے یہاں ذکر کریں گے۔

پہلے تو یہ یاد رہے کہ وفاتِ رسولؐ کے بعد امِ سلمہؑ زیادہ تر جنابِ سیدہؑ کے گھر میں رہا کرتی تھیں کیونکہ ان کا اور حضرتِ علیؑ کا گھر قریب قریب تھا۔ غرض یہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کے بعد جن لوگوں نے حضرتِ علیؑ کی بیعت کی تھی ان میں امِ سلمہؑ بھی تھیں، ان کی اولاد بھی اور تمام بنی ہاشم بھی تھے۔ حضرتِ علیؑ نے کیونکہ حکومت کی بیعت نہ کی تھی اسی سبب سے خلیفۂ وقت نے حضرت علیؑ سے جبراً بیعت کروانے کے لیے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ وہ علیؑ کو لائیں اور برسرِ دربار ان سے بیعت کروائیں۔

لہٰذا حضرتِ عمر مع چند آدمیوں کے روانہ ہوئے اور حضرتِ علیؑ کے گھر پر آ کر ان کو آواز دی اور حضرتِ علیؑ نے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرتِ عمر نے جلنے والی لکڑیاں منگائیں اور کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے۔ تم لوگ باہر نکل آؤ ورنہ میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا اور وہ لوگ جو اس گھر میں ہیں سب جل جائیں گے*۔ لوگوں

* "تاریخِ طبری" ج ۳، ص ۱۹۸، "عقد الفرید" ج ۲، ص ۱۷۹، "تاریخِ ابو الفداء" ج اول، ص ۱۵۶، "کتاب الامامت والسیاست" ج اول، ص ۲۰۔

نے حضرت عمر سے کہا کہ اس گھر میں تو فاطمہؑ بنتِ محمدؐ ہیں۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ ہوا کریں، مجھے ان کی پروا نہیں ہے۔ (۱) اس پر وہ سب لوگ (سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ وغیرہ) سوائے حضرتِ علیؑ کے باہر نکل آئے۔ حضرتِ علیؑ نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں گا گھر سے باہر نہ نکلوں گا اور نہ اپنے کندھے پر ردا ڈالوں گا۔ حضرتِ فاطمہؑ اپنے دروازے پر آن کھڑی ہوئیں اور فرمایا کہ میں ایسی قوم سے سروکار نہیں رکھتی جو اتنی بدی کرتی ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر حضرتِ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ تم اس متخلف سے بیعت کیوں نہیں لیتے (حضرتِ ابوبکر نے اپنا غلام علیؑ کے پاس بار بار بھیجا۔ وہ نہ آئے تو) پھر حضرتِ عمر کھڑے ہوگئے اور درِ سیدہؑ کے پاس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور علیؑ کو طلب کیا مگر حضرت فاطمہؑ نے منع کردیا۔ (۲) اس پر حضرتِ عمر نے حضرتِ فاطمہؑ کے گھر کو آگ لگادی اور حضرتِ سیدہؑ کے بطن پر دروازہ گرادیا گیا جس کے سبب جنابِ سیدہؑ کے شکم میں ایک بچے (محسنؑ) کی شہادت واقع ہوئی۔ (۳) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ "جب بی بی سیدہؑ کے پہلو پر دروازہ گرا اور بنتِ رسولؐ زخمی ہوکر زمین پر گریں تو منہ سے بے ساختہ یہ جملے نکلے تھے:

یا رسول اللّٰہ ھلذا یفعل بحتیك و انبتك یا فضة الیك فخذینی
واما ظھری فندینی فقلا واللّٰہ قتل مافی احشائی

اے رسولِ خدا آپ کی پیاری بیٹی کے ساتھ یہ سلوک کیا جارہا ہے۔ اے فضہؑ ذرا مجھ کو سنبھالو اور
میری پشت کی طرف سے مجھے سہارا دو (کہ میرا محسن شہید ہوگیا)

اس آواز کا سننا تھا کہ حضرتِ فضہؑ حضرتِ امِّ سلمہؑ، اسماءؑ بنتِ عمیس (۴) امِّ ایمنؑ دوڑتی ہوئی آئیں اور جنابِ سیدہؑ کو سنبھالا۔

اتنے میں حضرتِ عمر نے دوسرے ساتھیوں کی مدد سے حضرتِ علیؑ کے گلے میں رسی

---

(۱) "کتاب الامامت والسیاست" ج اول، ص ۱۴۔
(۲) "تاریخ ابوالفداء" ج ۱، ص ۱۵۶۔
(۳) "کتاب الملل والنحل" جلدِ اول، ص ۲۵۔
(۴) "بحارالانوار"، جلد ۸، ص ۲۰۶۔

ڈال دی اور انھیں کھینچ کر باہر لے گئے۔(۱) اس کے بعد جنابِ سیدہ کو جب فدک کے غصب ہونے کی خبر ہوئی تو آپ نے جنابِ امّ ایمنؑ، جنابِ حسنینؑ کو ساتھ لیا اور جا کر فدک کا مطالبہ کیا کہ یہ میرے باباؐ نے مجھے دیا تھا لہٰذا مجھے واپس کر دو مگر ظالمانِ حکومت نے سیدہ کو چاروں طرف سے مجبور کر کے آپ کو خالی ہاتھ گھر واپس بھیج دیا۔ جناب ام سلمہؑ نے بھی دربار میں جناب فاطمہؑ کے جاگیر فدک ہونے کی گواہی دی تھی۔ اس واقعے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے بنی مروان سے فدک لے کر بنی فاطمہؑ کو واپس کرنا چاہا تو لوگوں نے اعتراض کیا۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز نے کہا تھا کہ جنابِ فاطمہؑ کے لیے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ جھوٹ بول کر اپنے لیے جاگیر بنائیں۔ ان کے دعوے کی صداقت کی گواہی حضرتِ علیؑ، امِ ایمنؑ اور امِ سلمہؑ نے دی تھی۔(۲) اس کا اعتراف جناب علامہ قاضی نور اللہ شوستری نے کیا ہے۔

جنابِ سیدہؑ کا بعدِ رسولؐ یہ حال تھا کہ روزانہ صبح فجر کی نماز کے وقت قبرِ رسولؐ پر جاتیں اور گریہ کرتیں اور حضرتِ علیؑ نمازِ مغرب کے بعد آپ کو لینے آتے تھے۔(۳)

جنابِ فاطمہؑ کی وفاتِ حسرت آیات

رسولؐ کی جدائی میں روتے روتے جنابِ سیدہؑ کو دو مہینے ہو چکے تھے اور محسن کی شہادت کا غم، باغِ فدک کا چھینا جانا، گھر کا جلایا جانا یہ تمام واقعات جنابِ سیدہؑ کی وفات کا سبب بنے۔

جب جنابِ سیدہؑ کو وفات کا وقت محسوس ہوا تو آپؑ بستر سے اٹھیں، پانی لیا، بچوں کو نہلایا اور نانا کی قبر کی زیارت کے لیے بھیج دیا۔ یہ چیز دونوں بچوں کے لیے بھی تعجب خیز تھی

(۱) ''بحارالانوار''، جلد ۸، ص ۲۰۶؛ ''کتاب سلیم بن قیس ہلالی''، ص ۴۵، سلمان فارسیؓ کی روایت جنھوں نے اس واقعے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور بیان کیا ہے۔

(۲) ''مجالس المومنین''، ص ۱۰۸۔۱۰۹۔

(۳) ''جلاء العیون''، جلدِ اول، ص ۱۹۳۔

کہ آج اماں تنہا بیت الاحزان جانا نہیں چاہتی ہیں؟ ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ کیا آج گھر میں رہیں گی اور یہاں گریہ کریں گی؟ لیکن یہاں رونے پر حکومت کی طرف سے پابندی ہے۔

بچوں کے چلے جانے کے بعد آپؑ نے پانی طلب کیا، غسل کیا، صاف ستھرا لباس پہنا، اس کے بعد اپنی تیماردار حضرتِ امّ سلمہؓ سے فرمایا، "میرا بستر لگا دو کہ وقتِ آخر قریب ہے"۔ امِّ سلمہؓ نے بستر لگایا۔[1] بعدازاں زوجہ جعفرِ طیارؓ (حضرتِ اسماءؓ) کو آواز دی۔ اسماءؓ نے عرض کی بی بی حاضر ہوتی ہوں۔ جنابِ سیدہؑ نے فرمایا، "اسماءؓ تم مجھ سے الگ نہ ہونا۔ میں ایک ساعت اس حجرے میں لیٹنا چاہتی ہوں۔ جب ایک ساعت گزر جائے اور میں باہر نہ نکلوں تو مجھے تین آوازیں دینا۔ اگر میں جواب دوں تو اندر چلی آنا ورنہ سمجھ لینا کہ میں رسولِ خداؐ کے پاس چلی گئی ہوں۔[2] کچھ دیر نہ گزری تھی کہ دونوں شہزادے آ گئے۔ امِّ سلمہؓ نے کہا بیٹا! تم دونوں کھانا کھاؤ۔ شہزادوں نے کہا کہ جب تک اماں نہیں آتیں ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔ لہٰذا دونوں شہزادے حجرے کی طرف روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ جنابِ سیدہؑ سجدے میں ہیں اور تسبیح کی آواز نہیں آتی۔ امام حسینؑ کو معلوم تھا کہ جب بھی جنابِ سیدہؑ سجدے میں ہوتی ہیں تسبیح کی آوازیں آتیں ہیں۔ سمجھ گئے کہ اماں وفات پا چکی ہیں۔ دونوں روتے ہوئے مسجد میں پہنچے وہاں علیؑ کو خبر کی۔ حضرتِ علیؑ بھی روتے ہوئے گھر میں آئے، دیکھا دروازے کے سرہانے اسماءؓ بنتِ عمیسؓ، امِّ سلمہؓ، امِّ ایمنؓ اور فضہؓ بیٹھی رو رہی ہیں۔[3]

الغرض رات کی تاریکی آئی تو حضرتِ علیؑ نے جنابِ فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق آپ کو رات کی تاریکی میں دفن کیا اور کسی کو خبر نہ کی۔

آپ کی ایک وصیت یہ بھی تھی کہ میری وفات کی خبر سوائے حضرتِ امِّ سلمہؓ، امِّ ایمنؓ، فضہؓ، اسماءؓ بنتِ عمیس کے اور مردوں میں حسنؑ، حسینؑ، عبداللہ بن عباسؓ، سلمان فارسیؓ،

---

(۱) "مثالی خواتین"، ص۴۴۔

(۲) "چودہ ستارے"، ص۱۰۴۔

(۳) "چودہ ستارے"، ص۱۰۴۔

عمارِ یاسرؓ، مقدادؓ اور ابوذرؓ کے اور کسی کو خبر نہ کرنا۔[1] بعض روایات میں زبیر بن عوام کا نام بھی شامل ہے اور عقیلؓ بن ابی طالبؑ کا بھی نام موجود ہے۔[2] جنابِ سیدہؑ کی تاریخِ وفات ۳ر جمادی الثانی، ۱۱ھ بہ تحقیق مشہور ہے۔ جنابِ سیدہؑ کی وفات کے بعد حضرتِ امِّ سلمہؓ نے امامِ حسنؑ و حسینؑ کی پرورش کی اور تمام عمر حضرتِ علیؑ کے ہمراہ رہیں۔

آلِ محمدؐ کا حق مسلمانوں پر تا قیامت واجب ہے

حضرتِ امامِ جعفرِ صادقؑ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک عورت تھی جس کا نام حسرت تھا۔ وہ جنابِ رسولِ خداؐ کے بعد ہمیشہ حضرتؑ کے پاس آتی جاتی رہتی تھی اور ان کو بہت دوست رکھتی تھی۔ ایک روز حضرتِ ابوبکر اور عمر نے راستے میں اسے دیکھا۔ پوچھا اے حسرت کہاں جاتی ہو؟ کہا، آلِ محمدؐ کے پاس تا کہ ان کا حق ادا کروں اور اپنے عہد کو تازہ کروں۔ ان دونوں نے کہا تجھ پر وائے ہو! اب ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ تو جنابِ رسولؐ کے زمانے تک مخصوص تھا۔ یہ سن کر حسرت واپس چلی گئی۔ چند دنوں کے بعد پھر اہلِ بیتِ رسالتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جنابِ امِّ سلمہؓ نے فرمایا، اے حسرت اس مرتبہ بہت دنوں بعد آئی ہو؟ اس نے کہا فلاں اور فلاں سے راستے میں ملاقات ہوئی، انھوں نے ایسا کہا تھا۔ امِّ سلمہؓ نے کہا کہ انھوں نے غلط کہا۔ آلِ محمدؐ کا حق مسلمانوں پر قیامت تک واجب ہے۔[3]

---

(۱) ''جلاء العیون''، جلدِ اول، ص ۲۱۵۔

(۲) ''چودہ ستارے''، ص ۱۰۶، بحوالۂ ''عمدۃ المطالب''، ج دوم، ص ۶۵۔

(۳) ''حیات القلوب''، جلدِ دوم، ص ۸۹۴-۸۹۵۔ اس روایت سے ہرگز یہ خیال نہ کیجیے کہ امِّ سلمہؓ اہلِ بیتؑ سے تھیں بلکہ وہ اس وقت ان کے یہاں قیام پذیر تھیں۔ (مصنف)

حضرتِ علیؑ کے یومِ خلافت کے دن
امِّ سلمہؑ کا آپؑ کو ایک تحریر دینا

امِّ سلمہؑ نے بیان کیا ہے کہ ایک روز جنابِ رسولؐ خدا نے حضرتِ علیؑ کو میرے گھر بٹھایا اور گوسفند کی ایک کھال طلب فرمائی۔ حضرتؐ بولتے جاتے تھے اور علیؑ لکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ تمام چمڑا بھر گیا تو اس چمڑے کو آنحضرتؐ نے میرے سپرد فرمایا اور کہا کہ میرے بعد ایک شخص تمھارے پاس آئے گا اور فلاں فلاں نشانیاں تم سے بیان کرے گا تو اس چمڑے کو اسے دے دینا۔ جب جنابِ رسولؐ خدا دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرتِ ابوبکر نے ان کی خلافت غصب کر لی تو امِّ سلمہؑ نے اپنے بیٹے عمرو کو بھیجا کہ جاؤ مسجد میں دیکھو کہ یہ شخص کیا کرتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ میں مسجد میں آیا اور ابوبکر منبر پر گئے اور خطبہ پڑھا اور منبر سے اتر کر اپنے گھر چلے گئے۔ میں اپنی والدہ امِّ سلمہؑ کے پاس آیا اور جو دیکھا اور سنا تھا وہ بیان کیا۔ وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر جب عمر خلیفہ ہوئے تو اسی طرح میری والدہ نے پھر مجھ کو مسجد میں بھیجا۔ میں نے واپس آ کر ان سے بیان کیا کہ حضرتِ عمر نے بھی حضرتِ ابوبکر کی طرح کیا۔ وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر جب عثمان خلیفہ ہوئے تو میری مادرِ گرامی نے پھر مجھے مثلِ سابق مسجد میں بھیجا اور میں نے واپس آ کر بیان کیا کہ انھوں نے بھی انھی دو حضرات کے مطابق عمل کیا۔ پھر جب امیر المومنینؑ (ظاہری) خلیفہ ہوئے تو میری ماں نے مجھے مسجد میں بھیجا اور فرمایا کہ دیکھو یہ کیا کہتے ہیں۔ میں مسجد میں آیا اور دیکھا کہ حضرتِ علیؑ نے منبر پر خطبہ پڑھا اور منبر سے اترے، مجھے بلایا اور فرمایا کہ جا کر اپنی مادرِ گرامی سے میرے لیے اجازت طلب کرو کہ میں ابھی آتا ہوں۔ میں اپنی والدہ کی خدمت میں آیا تو امیر المومنینؑ کا پیغام عرض کیا۔ فرمایا خدا کی قسم میں خود ان کو بلانا چاہتی ہوں۔ پھر امیر المومنینؑ بھی آئے اور فرمایا کہ مجھے وہ تحریر دے دیجیے جو جنابِ رسولِؐ خدا نے آپ کے سپرد فرمائی ہے۔ میری

ماں اٹھیں اور ایک چھوٹا صندوق نکالا، اس کو کھول کر وہ پوستِ گوسفند نکالا اور علیؑ کے سپرد کر دیا اور مجھ سے فرمایا اے فرزند ہمیشہ علیؑ کی خدمت میں حاضر رہنا اور جدا نہ ہونا کیونکہ خدا کی قسم پیغمبرؐ کے بعد سوائے ان کے کوئی اور پیشوا میں نہیں دیکھتی ہوں۔*

یہ یاد رہے کہ رسولؐ نے جو تحریر لکھوائی تھی وہ پوستِ گوسفند پر اسی لیے لکھوائی تھی کہ اس چوبیس سال کا عرصہ جو وفاتِ رسولؐ سے حضرتِ علیؑ کی ظاہری خلافت کے زمانے تک ہے، حفاظت سے رہے۔ اگر یہ تحریر کاغذ یا کپڑے پر لکھوائی جاتی تو وہ بوسیدہ ہو کر خراب ہو جاتی۔ تحریر کا گوسفند کی کھال پر لکھوانا اس بات کی دلیل ہے کہ رسولؐ جانتے تھے کہ علیؑ کو خلافت چوبیس سال بعد ملے گی اور اگر کاغذ یا کپڑے پر تحریر لکھ دی گئی تو وہ بوسیدہ ہو کر خراب ہو جائے گی اسی لیے رسولؐ نے گوسفند کی کھال پر تحریر لکھوائی۔

جنگِ جمل

جب حضرتِ عثمان قتل ہو گئے اور لوگوں نے حضرتِ علیؑ کی بیعت کر لی اس وقت حضرتِ عائشہ مکے میں حج کے قصد سے گئی ہوئی تھیں۔ جب حضرتِ عائشہ حج کر کے مدینے کی طرف واپس آئیں اور شہر کے قریب پہنچیں تو عبید بن سلمہ لیثی جو ابنِ کلاب کے نام سے مشہور تھا استقبال کے لیے نکلا۔ حضرتِ عائشہ نے پوچھا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ لوگوں نے عثمان کو مار ڈالا۔ حضرتِ عائشہ نے کہا پھر کیا ہوا؟ عبید نے جواب دیا کہ حضرتِ علیؑ سے بیعت کر لی گئی۔ یہ سن کر حضرتِ عائشہ بولیں کہ "اے کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا اور میں یہ دن نہ دیکھتی اور نہ یہ خبر سنتی۔ خدا کی قسم عثمان کو ظلم سے مار ڈالا اور بے خطا اس کا خون بہا دیا۔ واللہ عثمان کی عمر کا یہ ایک دن حضرتِ علیؑ کی تمام عمر سے بہتر تھا۔ میں چین سے نہ بیٹھوں گی جب تک کہ عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لوں۔ عبید نے کہا، "آپ ایسا کیوں کہتی ہیں۔

* "حیات القلوب"، جلدِ دوم، ص ۸۹۵، "مناقب ابنِ شہر آشوب"، ج دوم، ص ۱۹۷۔

کیا آپ علیؑ کی تعریفیں نہ کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ آج روئے زمین پر کوئی شخص بارگاہِ الٰہی میں حضرتِ علیؑ بن ابی طالبؑ سے زیادہ مکرم نہیں۔ اب کیوں ان کی دشمن بن گئیں اور کس لیے ان کی خلافت سے بیزار ہیں؟ آپ کیا لوگوں کو عثمان کے قتل کی ترغیب نہ دلاتی تھیں کہ اس پیرِ گفتار (نعثل) کو مار ڈالو؟ اب کیا ہوا کہ ایسی باتیں کر رہی ہیں؟''
حضرتِ عائشہ نے کہا: ''میں اس وقت تک یہی تھی جب تک میرے کانوں میں یہ خبر پہنچی تھی کہ عثمان نے توبہ کر لی ہے اور اس کی توبہ کی بدولت اس کے تمام گناہ ختم ہو گئے مگر علیؑ نے اسے مار ڈالا۔ خدا کی قسم میں اس کے خون کا بدلہ لوں گی اور کبھی اس کام کو نہ بھولوں گی''۔

عبید اللہ نے کہا: ''اے ام المومنین خدا کی قسم تم اچھا نہ کرو گی، امتِ محمدِ مصطفیؐ میں تفرقہ پیدا کرو گی جس سے بڑے بڑے فساد اٹھ کھڑے ہوں گے اور بیشمار خونریزیاں وقوع میں آئیں گی۔ حضرتِ عائشہ نے عبید کی بات پر ذرا توجہ نہ کی بلکہ نصف راستے سے پلٹ کر مکے کی راہ لی۔

حضرتِ عائشہ کے مکے پہنچنے کے بعد طلحہ، زبیر اور گورنرِ بصرہ عبداللہ بن عامر بھی مدینے سے مکے آ گئے تھے۔ جب طلحہ اور زبیر مکے پہنچے تو حضرتِ عائشہ جو بنی امیہ کی ایک جماعت کے ہمراہ وہاں موجود تھیں، بہت خوش ہوئیں اور تمام لوگوں نے پھر اپنی اپنی رائے پیش کی اور صلاح کی کہ طلبِ خونِ عثمان کا بہانہ کر کے حضرتِ علیؑ سے جنگ کرنی چاہیے اور یہ جنگ تاریخِ اسلام میں جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہے۔

حضرتِ عائشہ کی بصرہ روانگی اور امِ سلمہؑ کی حمایت حاصل کرنے میں ناکامی

بصرہ جانے سے قبل حضرتِ عائشہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت امِ سلمہؑ کو بھڑکانے کے لیے ان کے گھر آئیں اور امِ سلمہؑ سے کہا:

''اے امّ سلمہؑ! حضرتِ رسالت مآب سے جو تقرب تمھیں حاصل تھا وہ ظاہر ہے اور تم ان کی ازواج میں سب سے بڑی ہو اور جس عورت نے ان کے ساتھ ہجرت کی وہ تمھی ہو۔ حضورؐ کے پاس جو تحائف آتے تھے وہ تمھارے ہی گھر پہنچائے جاتے تھے اور ہم سب کا حصہ تمھارے گھر ہی آتا تھا۔ تمھیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرتِ عثمان کے حق میں لوگوں نے کیسا ظلم وستم کیا ہے۔ مجھے ان لوگوں کے فعل سے اس لیے اختلاف ہے کہ ان لوگوں نے عثمان سے توبہ کرانی چاہی، اس نے توبہ کر لی۔ پھر وہ باتیں پیش کیں جو ان کو ناپسند تھیں۔ خدا کی قسم وہ ان سے بھی باز آ گیا۔ اس پر بھی انھوں نے اس کے کہنے کو سچ نہ سمجھا اور قتل کر دیا۔ عبیداللہ بن عامر (گورنرِ بصرہ) کہہ رہا ہے کہ بصرہ میں ایک لاکھ شمشیر زن طلبِ خونِ عثمان کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا ان میں جنگ اور خونریزی واقع ہو اس لیے طرفین کی صلح صفائی کے لیے میں وہاں جانا چاہتی ہوں۔ تم کو بھی میرا ساتھ دینا چاہیے اور میرے ساتھ اس طرف چلنا چاہیے۔ کیا عجب کہ اللہ کی مدد سے یہ کام ہمارے ہاتھ درست ہو جائے''۔

امِّ سلمہؑ کا حضرتِ عائشہ کو جواب دینا

حضرتِ امِّ سلمہؑ نے جواب دیا:

''اے دخترِ ابوبکر مجھے تعجب ہے کہ تم اب خونِ عثمان طلب کرتی ہو۔ کیا تم اس سے قبل لوگوں کو اس کے قتل پر بھڑکاتی نہ تھیں؟ اور اسے پیرِ نعثل نہ کہتی تھی؟

تمھیں خونِ عثمان کے طلب کرنے سے کیا تعلق۔ وہ بنی مناف میں سے تھا اور تم بنی تیم میں سے ہو اور ان دونوں میں کوئی رشتہ داری نہیں پائی جاتی۔ میں نے عثمان کی زندگی میں بھی تمھیں کبھی اس کا خیر خواہ نہیں دیکھا۔ اب تم نے یہ کیا بدعت اختیار کی ہے کہ حضرتِ علیؑ کے خلاف جو رسولؐ کا چچا زاد ہے، قدم باہر نکالتی ہو اور ان کی خلافت کو پسند نہیں کرتیں، حالانکہ مہاجر و انصار نے ان سے بیعت کر لی ہے اور ان کی امامت اور خلافت کو برضا و رغبت قبول کر کے ان کی خدمت گزاری پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ غرض سب ان کی امامت پر متفق ہو گئے ہیں اور تم حضرتِ علیؑ کی بزرگیوں اور فضیلتوں کو بھی خوب جانتی ہو"۔

عبداللہ بن زبیر اور اُمِّ سلمہؑ کی گفتگو اور حضرتِ عائشہ کو سمجھانا

عبداللہ بن زبیر اُمِّ سلمہؑ کے سامنے کھڑا ہوا یہ باتیں سن رہا تھا۔ بولا، "اے اُمِّ سلمہؑ کب تک ایسی باتیں بناتی رہو گی۔ ہم اپنے حق میں تمھاری دشمنی کو خوب جانتے ہیں۔ کسی وقت بھی تم نے ہمیں عزیز نہیں رکھا اور نہ کبھی رکھو گی"۔

حضرتِ اُمِّ سلمہؑ نے کہا، "اے پسرِ زبیر مجھے اس بات کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ مہاجر و انصار اور اکابرِ صحابہ علیؑ کو جو مسلمانوں کا والی ہے چھوڑ دیں اور تمھارے باپ سے بیعت کر لیں اور تمھارا باپ جو اپنے آپ کو اس فساد میں ملوث کر رہا ہے وہ خوب سمجھ لے کہ اس شور و ہنگامے سے ان کا مقصد پورا نہ ہوگا"۔

عبداللہ نے کہا، "میں نے حضرتِ محمدِ مصطفیؐ سے کبھی یہ کلمہ نہیں سنا کہ علیؑ مسلمانوں کا والی ہے"۔

امِّ سلمہؑ نے کہا، ''اگر تم نے نہیں سنا تو تمھاری خالہ (عائشہ) یہاں موجود ہے، اس نے ضرور سنا ہوگا۔ میں یہ بات اس کے منہ پر کہہ رہی ہوں۔ اس سے پوچھ، لو وہ تمھیں بتادے گی کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے حضرتِ علیؑ کے حق میں کہا ہے کہ 'علیؑ میری زندگی میں اور میرے بعد بھی میرا خلیفہ ہے' ''۔ پھر عائشہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، ''اے عائشہ کیا تم نے علیؑ کے حق میں رسولِ خداؐ کی زبانِ مبارک سے یہ بات سنی ہے اور گواہی دے سکتی ہو؟'' عائشہ نے کہا ہاں یہی بات ہے اور میں نے رسولؐ کی زبان سے علیؑ کے حق میں یہ بات سنی ہے اور میں اس امر کی گواہی دیتی ہوں''۔

امِّ سلمہؑ نے کہا، ''اے عائشہ جب تم ان سب باتوں سے واقف ہو تو پھر علیؑ کے مقابلے میں کیوں آتی ہو؟ خدا سے ڈرو اس بات سے کہ جس کی جنابِ رسولِ خداؐ نے خبر دی ہے اور جس کی تنبیہ فرماتے تھے۔ اس بات سے اپنے آپ کو بچاؤ اور تمھیں حضورؐ نے یہ نصیحت کی تھی:

لاتکونی صاحب کلاب الحوائب ولا یغرنك الزبیر وطلده فانها لایغنیا عنك من اللّٰه شیئاً۔

(اے عائشہ) تو ہرگز وہ عورت نہ ہونا جس پر حوّاب کے کُتے بھونکیں گے اور زبیر اور طلحہ تجھے فریب دیں کیونکہ وہ تجھ سے کسی بات کو اٹھا نہ رکھیں گے اور ان کی بات کو قبول کرنے سے تجھ کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

اے عائشہ تم حضورؐ کے اس کلامِ مبارک کو نہ بھولو اور جس وقت حضورؐ نے تمھیں یہ وصیت کی تھی اس وقت کو یاد کرو''۔

حضرتِ عائشہ کو امِّ سلمہؑ کی باتیں پسند نہ آئیں، ناراض ہو کر ان کے پاس سے چلی گئیں اور طلحہ اور زبیر اور جماعتِ بنی امیہ کے ہمراہ مکہ سے بصرہ کی جانب روانہ ہو گئیں۔

امیرالمومنینؑ کے نام امِّ سلمہؑ کا خط

جب یہ لوگ مکے سے نکل گئے تو امِّ سلمہؑ نے حضرتِ علیؑ کے نام اس مضمون کا خط تحریر کیا:

"امیر المومنینؑ علی کو معلوم ہو کہ طلحہ و زبیر اور عائشہ نے مکے میں ایک لشکر تیار کر لیا ہے اور تجویز پیش کی ہے کہ خونِ عثمان کا بدلہ لیں گے اور یہ لوگ عبداللہ بن عامر کے ہمراہ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں کو آپؑ کے ہاتھوں برباد کرے اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کو گھر سے نکلنے کی ممانعت نہ فرماتا (سورۂ احزاب، آیت ۳۳) اور جنابِ رسولِ خداؐ بھی اس امر کی سختی سے تاکید نہ فرماتے تو میں امِّ سلمہؑ ضرور گھر سے نکلتی اور آپؑ کے لشکر کے ہمراہ ان کے مقابلے پر جاتی لیکن مجبور ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور محمدِ مصطفیٰؐ کے ارشادات کے خلاف حرکت نہیں کر سکتی۔ جو میرا فرزند ہے اور جسے حضرتؐ بہت چاہتے تھے آپؑ کی خدمت میں بھیج رہی ہوں، جس بات کا آپ حکم دیں گے بجالائے گا"۔ پھر خط بند کر کے اپنے بیٹے عمرو کے حوالے کیا اور خدمتِ جنابِ امیر المومنینؑ میں بھیج دیا۔(۱)

امیر المومنینؑ کی بصرہ روانگی اور امِّ سلمہؑ کو تبرکاتِ امامت دینا

جب حضرتِ علیؑ کو مدینے میں حضرتِ امِّ سلمہؑ کے خط ذریعے یہ خبر ملی کہ طلحہ و زبیر مع حضرتِ عائشہ کے مکے سے بصرہ روانہ ہو گئے ہیں تو آپؑ نے انتہائی تیزی کے ساتھ اس کا آغاز کیا کہ انھیں راستے میں ہی روک لیں اور مکے کی طرف واپس کر دیں۔(۲)

روانگی سے قبل امیر المومنین نے تمام کتابیں اور وصیت نامے حضرتِ امِّ سلمہؑ کے پاس رکھوا دیے تھے اس لیے کہ آپؑ جانتے تھے کہ پھر کبھی واپس مدینے نہ آنا ہوگا، لہٰذا تمام تبرکات حضرتِ امِّ سلمہؑ کے پاس رکھوا دیے اور جب حضرتِ امامِ حسنؑ کوفے سے حضرتِ علیؑ کی شہادت کے بعد واپس آئے تو حضرتِ امِّ سلمہؑ نے وہ تبرکات حضرتِ امامِ حسنؑ کے

(۱) "انتخابِ طبری"، ص ۲۳۳۔ جنگِ جمل کے تمام حالات کو ہم نے "تاریخ اعثم کوفی" کے صفحہ نمبر ۲۰۵ سے ۲۲۵ تک مختصراً درج کیا ہے۔ اس کے علاوہ چند حوالے "تاریخِ طبری" کے ہیں۔ (مصنف)

(۲) "انتخابِ طبری"، ص ۲۵۱۔

حوالے کر دیے۔[1]

الغرض حضرتِ علیؑ تیزی سے روانہ ہوئے تاکہ حضرتِ عائشہ کے لشکر کو جلد پا کر واپس مکے روانہ کر دیں مگر جب مقام ربذہ پہنچے تو انھیں یہ خبر ملی کہ اس گروہ نے اپنا راستہ بدل دیا ہے۔ چند روز آپؑ نے ربذہ میں قیام رکھا اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ بصرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں تو آپؑ زیادہ خوش ہوئے۔ جب حضرتِ علیؑ بصرہ پہنچ گئے تو مقدمۃ الجیش پر ابویعلی بن عمر جراح کو مقرر کیا۔ علمدار محمد بن حنفیہؒ تھے، میمنہ عبداللہ بن عباسؓ کے سپرد اور میسرہ امِّ سلمہؑ کے فرزند عمرو بن ابی سلمہ کے پاس تھا۔ اس طرح حضرتِ علیؑ نے سات سو ساٹھ سواروں کے ساتھ کوچ کیا۔[2]

بہر حال جنگ شروع ہوئی۔ اس روز ستر آدمی حضرتِ عائشہ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے مارے گئے اور اونٹ کی کونچیں کاٹی گئیں اور لوگوں کو شکست ہوئی۔ طلحہ و زبیر بھی مارے گئے اور حضرتِ عائشہ کو حضرتِ علیؑ نے بصرہ کی چالیس معروف عورتوں کے ہمراہ مکے روانہ کر دیا۔[3]

یہ واقعہ ماہِ جمادی الثانی کی پندرھویں، ۳۶ھ کی تاریخ کا ہے۔

حضرتِ علیؑ کا عمرو بن ابی سلمہؑ کو بحرین کا گورنر بنانا

جب امیر المومنینؑ نے بصرہ کو فتح کر لیا تو حضرت امِّ سلمہؑ کے فرزند عمرو جو لشکرِ امیرؑ کے میسرہ تھے بحرین کا گورنر مقرر کر دیا،[4] اس لیے کہ حضرتِ علیؑ آپ کو بہت پسند کرتے تھے

(۱) ''بحار الانوار''، جلد ۱۰، ص ۱۶۲۔

(۲) ''انتخابِ طبری''، ص ۲۵۳۔

(۳) ''انتخابِ طبری''، ص ۲۶۸۔

(۴) ''حیات القلوب''، جلد دوم، ص ۸۸۱۔

اور آپ کی شاعری بھی حضرتِ علیؑ کو بہت پسند تھی*۔ مگر آپ زیادہ عرصے تک بحرین کے گورنر نہیں رہے تھے۔ حضرتِ علیؑ نے آپ کو معزول کر دیا تھا مگر اس معزولی کا سبب یہ نہیں تھا کہ عمرؓ نے کوئی غلط کام کیا ہو یا ایک اچھے گورنر کا کردار نہ ادا کیا ہو بلکہ حضرتِ علیؑ کا خط گواہ ہے کہ آپ کو اس لیے معزول کیا گیا تھا تا کہ آپ کی مدد سے حضرتِ علیؑ ظالمانِ شام سے جنگ کر سکیں اور ستونِ توحید کو مضبوط کر سکیں۔ ہم عنقریب اس خط کی پوری عبارت تحریر کریں گے۔

جنگِ صفین اور عمرو بن ابی سلمہؓ

صفین نام ہے اس مقام کا جو فرات کے غربی جانب برقہ اور بالس کے درمیان واقع ہے۔ اسی جگہ معاویہ اور امیر المومنینؑ کے درمیان زبردست جنگ واقع ہوئی۔ اس جنگ کے متعلق علما و مورخین کا خیال ہے کہ جنگِ جمل کی مانند معاویہ بھی حضرتِ عائشہ کی طرح لوگوں کو قتلِ عثمان کے فرضی افسانے کے حوالے سے حضرتِ علیؑ کے خلاف بھڑکاتا تھا اور اکساتا تھا۔ جنگِ جمل کے بعد حضرتِ علیؑ کے شام پر مقرر کیے ہوئے حاکم سہل بن حنیف نے کوفے آ کر حضرت کو خبر دی کہ معاویہ نے اعلانِ بغاوت کر دیا ہے اور عثمان کی بیوی کی کٹی ہوئی انگلیوں اور عثمان کا خون آلود کرتا لوگوں کو دکھا کر اپنا ساتھی بنا لیا ہے اور حالت یہ ہو چکی ہے کہ لوگوں نے قسمیں کھا لی ہیں کہ خونِ عثمان کا بدلہ لیے بغیر نہ نرم بستر پر سوئیں گے اور نہ ٹھنڈا پانی پییں گے۔ اس خبر کو پاتے ہی حضرتِ علیؑ اور معاویہ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا کہ جس میں حضرتِ علیؑ معاویہ کو اس کی غلطیاں سمجھاتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا اور معاویہ جو لشکر جمع کرنے میں مشغول تھا ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر میدان میں آیا۔ دوسری طرف حضرتِ علیؑ کے ہمراہ ۹۰ ہزار کا لشکر میدان میں صف آرا ہوا اور جنگ ذوالحجہ ۳۶ھ کو شروع ہوئی۔

---

* ''شہادتِ کبریٰ''، ج اول، ص ۱۷۳۔

اس جنگ کے شروع ہونے سے قبل حضرتِ علیؑ نے عمرو بن ابی سلمہؓ کو ایک خط تحریر کیا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

''اما بعد۔ میں نے عثمان بن عجلان کو بحرین کا عامل مقرر کر دیا ہے اور تمھیں اس سے معزول کر دیا ہے لیکن نہ اس میں تمھاری کوئی برائی ہے اور نہ ملامت۔ تم نے حکومت کا کام بہت ٹھیک طریقے سے چلایا ہے اور امانت کو ادا کر دیا ہے لیکن اب واپس چلے آ ؤ۔ نہ تمھارے بارے میں کوئی بدگمانی ہے اور نہ ملامت، نہ الزام ہے نہ گناہ۔ اصل میں میرا ارادہ شام کے ظالموں (معاویہ) سے مقابلہ کرنے کا ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ رہو کہ میں تم جیسے افراد سے دشمن سے جنگ کرنے اور ستونِ دین قائم کرنے میں مدد لینا چاہتا ہوں، انشاءاللہ''۔[۱]

اس خط کو پاتے ہی عمرو بن ابی سلمہؓ واپس آئے اور جنگِ صفین میں شریک رہے۔ یہ جنگ ۱۱۰ روز جاری رہی اور ۱۳ رصفر ۳۷ھ کو معاویہ کی چال بازیوں سے یہ جنگ بند ہوگئی۔ اس جنگ میں معاویہ کے نوے ہزار اور حضرتِ علیؑ کے بیس ہزار سپاہی مارے گئے۔[۲]

یہ جنگ بہت طویل ہے مگر ہم نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔

اس عظیم جنگ کے بعد جنگِ نہروان ہوئی تھی جس کا ذکر ہم اُمِّ سلمہؓ کے حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے نہیں کر رہے ہیں۔

معاویہ کا علیؑ پر تبرّا کرنا اور معاویہ کے نام اُمِّ سلمہؑ کا خط

علامہ ابنِ عبدالبر لکھتے ہیں کہ جب معاویہ ولی عہدیِ یزید کے لیے حج کے بہانے سے

(۱) ''نہج البلاغہ''، حصہ دوم، ص ۵۵۵۔

(۲) ''چودہ ستارے''، ص ۱۶۳، ۱۶۴۔ جنگِ صفین کے تمام حالات لیے گئے ہیں۔ (مصنف)

مکے بیعتِ یزید کے لیے آیا تو اس نے ارادہ کیا کہ خاص منبرِ رسولؐ پر علیؑ پر تبرّا کہے یا لعنت کرے تو لوگوں نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص یہیں موجود ہیں (کہ لعنت کریں) مگر وہ کبھی راضی نہ ہوں گے اور فساد ہوگا۔ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو بلایا اور اس ضروری مسئلے میں مشورہ کیا۔ سعد نے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو میں مسجد سے فوراً اُٹھ جاؤں گا اور پھر کبھی نہ آؤں گا۔ پھر جب معاویہ نے دیکھا کہ تمام لوگ سعد کے ساتھ ہو گئے ہیں اور لعنت بر علیؑ سے روکتے ہیں تو واپس چلا گیا مگر سعد کے انتقال کے بعد معاویہ نے منبر پر خود بھی لعنت بھیجی اور اپنے تمام گورنروں کو بھی لعنت کرنے کا تحریری حکم بھیجا۔ چنانچہ ہر طرف علیؑ پر تبرّا بازی پھیل گئی۔ امِّ سلمہؑ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے معاویہ کو خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو خدا اور رسولؐ پر برسرِ منبر لعنت کرتا ہے یعنی علیؑ پر تبرّا کرتا ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے خدا اور رسولؐ پر لعنت کی گئی ہو۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ خدا اور رسولؐ کے محبوب تھے۔

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ ام سلمہؑ کے شرف اور ان کی صحتِ روایات کو جانتے ہوئے بھی کسی نے ان کی بات نہ سنی۔*

حضرتِ علیؑ کی شہادت اور امامِ حسنؑ کی مدینے واپسی

صفین کے حاکمین کی سازشوں کے بعد حضرتِ علیؑ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ اب ایک فیصلہ کن جنگ کی جائے مگر وقت آنے سے قبل ہی ابنِ ملجم نے شہید کر دیا۔

ایک دن وہ آیا کہ فضاؤں میں انقلاب تھا، بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے سے خون جاری ہورہا تھا، کوفے میں آوازیں گونج رہی تھیں ''الا قتل امیر المومنینؑ'': آگاہ ہو کہ امیر المومنینؑ قتل ہو گئے۔ مسجدِ کوفہ کی دیواروں میں عجیب زلزلہ ہے، لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے ہیں۔ اتنے میں حسنینؑ آتے ہیں۔ حسنؑ نماز پڑھاتے ہیں اور گلیم میں لٹا کر علیؑ کو گھر

---

* مستدرک حاکم، جلد اوّل، ص ٦٧

لے جاتے ہیں مگر گھر جا کر قیامت کا منظر دیکھنے میں آتا ہے، سر سے خون بہہ رہا تھا سر میں شگاف پڑا ہوا تھا، ہاں! یہ ابنِ ملجم کا کام تھا۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کے ضربت لگنے کے دوسرے دن گھر گیا تو آپ کے سر پر پیلی پٹی بندھی ہوئی تھی مجھے نہیں محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کی پٹی کا رنگ زیادہ زرد ہے یا چہرے کا۔(۱)

علیؑ کے گھر میں قیامت تھی مگر جب شہادت کی خبر مکے پہنچی ہے تو امّ سلمہؑ کا کیا حال ہوا ہوگا؟ جو بی بی علیؑ سے اتنی محبت کرے کہ جس کے لیے اپنے بیٹے تک کو قربان کر دیں وہ اپنے مولا کی شہادت سن کر کیا کرے، اس کا اندازہ شاید ہی لگایا جا سکے۔

الغرض ۲۱ر رمضان ۴۰ھ کی آدھی رات گزر گئی۔ حضرتِ علیؑ نے امامِ حسنؑ کو تمام وصیتیں کیں اور آپ کی رحلت کے بعد آپ کو نجف میں سپردِ خاک کیا گیا جہاں آج آپ کا روضۂ مبارک ہے۔

حضرتِ علیؑ کی شہادت کے بعد ۴۰ ہزار لوگوں نے امام حسنؑ کی بیعت کی۔ معاویہ سے مجبوراً صلح کرنے کے بعد امامِ حسنؑ مدینے واپس آ گئے اور پھر مکے پہنچ کر امامِ حسنؑ نے امّ سلمہؑ سے وہ تبرکات لیے جو حضرتِ علیؑ نے بصرہ جاتے ہوئے امِّ سلمہؑ کے حوالے کیے تھے۔(۲) یہ واقعہ ۴۱ھ کا ہے۔

امامِ حسنؑ کی شہادت

معاویہ کی چالبازیاں آپ پچھلے صفحوں میں پڑھ چکے ہیں۔ امامِ حسنؑ کی شہادت کا سبب وہ زہر تھا جو آپ کو جعدہ بنتِ اشعت نے دیا تھا۔ اس میں بھی معاویہ کی سازش تھی۔

---

(۱) ''عمدۃ المطالب''، ج اول، ص ۵۴۳۔ ''جلاء العیون''، جلدِ اول، حالات در شہادتِ امیرؑ۔

(۲) ''بحار انوار''، جلد ۱۰، ص ۱۶۲۔

معاویہ نے جعدہ سے کہا تھا کہ اگر تو نے امامِ حسنؑ کو زہر دے دیا تو میں تجھ کو ایک لاکھ درہم دوں گا اور تیرا اعقد اپنے بیٹے یزید سے کردوں گا۔[1] پس جعدہ زہر لے کر مدینے آئی اور رات کو جبکہ امامِ حسنؑ سو رہے تھے جعدہ نے قریب ہی رکھے پانی کے جام میں زہر ملا دیا اور کمرے سے چلی گئی۔ رات کو جب امامِ حسنؑ نے پانی طلب کیا اور اسے نوش کیا تو زہر کا اثر شروع ہوگیا۔[2]

روایت میں ہے کہ امامِ حسنؑ کے آگے ایک طشت رکھا جاتا تھا اور جب آپؑ قے کرتے تھے تو آپ کے جگر کے ٹکڑے طشت میں گرتے تھے۔[3] الغرض جب وقتِ وفات قریب آیا تو امامِ حسنؑ نے امامِ حسینؑ کو تمام تبرکاتِ امامت عطا کیے اور کچھ دیر راز کی باتیں کرتے رہے۔ اتنے میں اسود بن ابوالاسود جو امامِ حسینؑ کے ساتھ تھا جملہ کہا، انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون، گویا اسے آپؑ کی وفات کی خبر ہوگئی ہو۔[4]

جب امامِ حسنؑ کی رحلت ہوگئی تو گھر میں ایک کہرام بپا ہوگیا۔ امامِ حسینؑ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حسبِ وصیت امامِ حسنؑ کو رسولؐ کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے روانہ ہوئے مگر لشکرِ مروان جن میں حضرتِ عائشہ بھی تھیں روکا اور دفن کرنے سے منع کیا۔ جب لوگ نہ مانے اور کہا کہ ہم تو امامِ حسنؑ کو رسولؐ کے پہلو ہی میں دفن کریں گے تو سامنے سے تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ دوسری طرف جوانانِ بنی ہاشم نے نیام سے تلواریں نکالیں۔ امامِ حسینؑ نے یہ منظر دیکھا تو مسلمانوں کو منع کیا کہ کہیں معاملہ جنگ کو نہ پہنچ جائے لہٰذا امامِ حسنؑ کو جنت البقیع میں لے جا کر دفن کردیا گیا۔

امامِ حسنؑ کی شہادت کے وقت امِّ سلمہؑ مکے سے شہادت کی خبر سن کر مدینے آگئی تھیں

---

(۱) ''اوج المطالب''، ج اول، ص ۳۵۲۔

(۲) ''چودہ ستارے''، ص ۲۰۱۔

(۳) ''احسن المقال''، جلد اول، ص ۲۷۹۔

(۴) ''احسن المقال''، جلد اول، ص ۲۷۹۔

اور واقعۂ کربلا تک مدینے میں ہی رہیں۔ امامِ حسنؑ کی وفات پر ان کے حالات کہیں دستیاب نہیں ہوئے۔

جنابِ میثمِ تمّارؑ امِّ سلمہؑ کے گھر میں

سن ۶۰ ھ میں میثمِ تمّارؑ مکہ[1] گئے اور جنابِ امِّ سلمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امِّ سلمہؑ نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا کہ میں میثم ہوں۔ امِّ سلمہؑ نے کہا میں نے بہت دفعہ سنا کہ سرکارِ رسالتؐ رات کو تمھیں یاد کرتے تھے اور امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے تمھاری سفارش فرماتے۔ پس میثم نے امامِ حسینؑ کے حالات پوچھے تو امِّ سلمہؑ نے کہا اپنے فلاں باغ میں گئے ہیں۔ میثم نے کہا جب واپس آئیں تو میرا انھیں سلام کہنا اور کہنا کہ بہت جلد میں اور آپؑ بارگاہِ ایزدی میں انشاء اللہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔[2] پس امِّ سلمہؑ نے خوشبو منگائی اور اپنی کنیز سے کہا کہ میثم کی ڈاڑھی پر خوشبو لگاؤ۔[3] جب کنیز نے ان کی ڈاڑھی پر خوشبو لگائی تو میثم نے کہا کہ میری جس ڈاڑھی پر خوشبو لگائی گئی ہے بہت جلد یہ ڈاڑھی آپ اہلِ بیتؑ کی محبت کے راستے میں خون سے خضاب ہوگی۔ پس امِّ سلمہؑ نے کہا کہ امامِ حسینؑ تمھیں بہت یاد کرتے تھے۔ میثم نے کہا میں بھی انھیں یاد کرتا ہوں۔ پس یہ کہہ کے گھر سے باہر آئے تو ابنِ عباسؑ بیٹھے ہوئے ملے تو فرمایا ابنِ عباسؑ مجھ سے تفسیرِ قرآن کے متعلق جو چاہیں پوچھ لو کہ میں نے قرآن علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے پڑھا ہے۔ یہ سن کر ابنِ عباسؑ قلم اور دوات منگواتے ہیں اور لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔[4]

---

(۱) یہاں عبارت میں غلطی سے مکہ تحریر ہوگیا ہے۔ صحیح لفظ مدینہ ہے۔ (مصنف)

(۲) یعنی ہماری شہادت واقع ہوگی۔ اس واقعے کے بعد ۱۰ محرم ۶۱ ھ کو امامِ حسینؑ اور ۲۷ محرم کو میثم تمّارؑ کی شہادت واقع ہوئی (مصنف)

(۳) یہ عرب کا رواج تھا کہ جب کوئی مہمان عرصے بعد گھر آتا تھا تو اس کا اسی طرح استقبال کیا کرتے تھے۔ (مصنف)

(۴) ''احسن المقال''، جلدِ اوّل، ص ۲۵۸۔

واقعۂ کربلا کا آغاز

امامِ حسنؑ کی شہادت کو ابھی دس سال گزرے تھے کہ رجب کی ۲۲ تاریخ، ۶۰ ھ کو معاویہ اس دنیا سے چل بسا* اور یزید تخت نشین ہوا جو اپنے باپ کے مشن کو کامیاب کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ سب سے پہلے مدینے کی طرف متوجہ ہوگیا اور اس نے وہاں کے والی ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امامِ حسینؑ، عبدالرحمٰن بن ابوبکر، عبداللہ بن عمر اور ابنِ زبیر سے میری بیعت لے لے اور اگر یہ انکار کردیں تو ان کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔ ولید بن عقبہ نے مروان بن حکم سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ سب بیعت کریں گے لیکن امامِ حسینؑ ہرگز بیعت نہ کریں گے اور تجھے ان کے ساتھ پوری سختی کا برتاؤ کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ولید نے ایک شخص عبداللہ بن عمر بن عثمان کو امامِ حسینؑ اور ابنِ زبیر کو بلانے کے لیے بھیجا۔ قاصد جس وقت پہنچا دونوں مسجد میں محوِ گفتگو تھے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ تم چلو ہم آتے ہیں۔ قاصد واپس چلا گیا اور یہ دونوں آپس میں بلانے کے سبب پر تبادلۂ خیال کرنے لگے۔ امامِ حسینؑ نے فرمایا کہ میں نے آج خواب دیکھا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ معاویہ نے انتقال کیا ہے اور یہ ہمیں بیعتِ یزید کے لیے بلا رہا ہے۔ ابھی یہ دونوں جانے نہ پائے تھے کہ قاصد پھر آیا اور اس نے کہا کہ ولید آپ حضرات کے انتظار میں ہے۔ امامِ حسینؑ نے کہا کہ جلدی کیا ہے جاکر کہہ دے کہ ہم تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ اس کے بعد امامِ حسینؑ دولت سرا میں تشریف لائے اور ۳۰ بہادروں کو ہمراہ لے کر ولید سے ملنے کا قصد فرمایا۔ آپؑ داخلِ دربار

---

* ''تحفۃ العوام جدید''۔ یاد رہے ۲۲ رجب منانے کا ایک سبب معاویہ کی وفات بھی ہے اور میں سننے آیا ہے کہ جس جگہ شام میں معاویہ کی قبر ہے وہاں اس کی قبر پر جوتیوں کے نشان پڑے ہوئے ہیں اور بقولِ علامہ نجم الحسن کراروی صاحب وہاں چوڑیاں بنانے کی فیکٹری بنی ہوئی ہے۔ (مصنف)

ہوئے اور بہادرانِ بنی ہاشم بیرونِ خانہ درباری حالات کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ولید نے امامِ حسینؑ کی مکمل تعظیم کی اور خبرِ مرگِ معاویہ سنانے کے بعد بیعت کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مسئلہ سوچ بچار کا ہے۔ تم لوگوں کو جمع کرو اور مجھے بھی بلاؤ۔ میں عام مجمع میں اظہارِ خیال کروں گا۔ ولید نے کہا بہتر ہے، آپؑ کل تشریف لائیے گا۔ آپؑ ابھی جواب نہ دے پائے تھے کہ مروان بول اٹھا اے ولید اگر حسینؑ اس وقت تیرے قبضے سے نکل گئے تو پھر ہاتھ نہ آئیں گے ان کو اسی وقت مجبور کر دے اور ابھی ابھی بیعت لے لے اور اگر یہ انکار کر دیں تو حکمِ یزید کے مطابق سرتن سے اتار لے (لعنۃ اللہ علی المروان)۔ یہ سننا تھا کہ امامِ حسینؑ کو جلال آ گیا اور فرمایا کہ کس میں دم ہے کہ حسینؑ کو ہاتھ لگا سکے۔ تجھے نہیں معلوم کہ ہمارے گھروں میں فرشتے آتے رہتے ہیں۔ ہمیں کیونکر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ ہم یزید جیسے فاسق و فاجر اور شرابی کی بیعت کر لیں۔ امامِ حسینؑ کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ بہادرانِ بنی ہاشم داخلِ دربار ہو گئے اور قریب تھا کہ زبردست ہنگامہ برپا کر دیں لیکن امامؑ نے انھیں سمجھا بجھا کر خاموش کر دیا۔ اس کے بعد امامِ حسینؑ واپس دولت سرا پر تشریف لے گئے۔ ولید نے یزید کو خط لکھ کر تمام حالات سے آگاہ کیا۔ یزید نے جواب دیا کہ امامِ حسینؑ کا سرتن سے جدا کر کے میرے پاس حاضر کرو۔ ولید نے یزید کا خط امامِ حسینؑ کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ فرزندِ رسولؐ! میں یزید کے کہنے پر کسی صورت میں عمل نہیں کر سکتا لیکن آپؑ کو باخبر کرتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ یزید آپ کے خون بہانے کے درپے ہے۔ امامِ حسینؑ نے صبر کے ساتھ حالات پر غور کیا اور ناناؐ کے روضے پر جا کر دردِ دل بیان فرمایا اور بے انتہا روئے۔ صبحِ صادق کے قریب اپنے مکان پر تشریف لائے۔ دوسری رات پھر روضۂ رسولؐ پر تشریف لے گئے اور مناجات کے بعد روتے روتے سو گئے۔ خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا کہ آپؐ حسینؑ کی پیشانی کا بوسہ لے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے نورِ نظر عنقریب امت تمھیں شہید کر دے گی۔ بیٹا تم بھوکے اور پیاسے مارے جاؤ گے اور کوئی تمھاری فریاد نہیں سنے گا۔

امامِ حسینؑ کی آنکھ کھل گئی۔ آپؑ دولت سرا واپس تشریف لائے اور تمام گھر والوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں مدینہ چھوڑ دوں۔ ترکِ وطن کا فیصلہ کرنے کے بعد امامِ حسینؑ روضۂ امامِ حسنؑ اور جنابِ فاطمہؑ پر تشریف لائے، گریہ کیا اور روتے روتے سو گئے۔ سرورِ کائناتؐ نے خواب میں تلقین کی اور فرمایا بیٹا ہم تمھارے انتظار میں ہیں۔*

الغرض امامِ حسینؑ ماہِ رجب کی ۲۸/ تاریخ کو ۶۰ھ میں مدینے سے مکے رات کی تاریکی میں مع اہل و عیال روانہ ہوئے۔

اُمِّ سلمہؑ کی امامِ حسینؑ سے آخری بار گفتگو

قطبِ راوندی اور دوسرے اعلام کی روایات کے مطابق جنابِ اُمِّ سلمہؑ امامِ حسینؑ کے پاس مدینے سے روانہ ہونے کے وقت تشریف لائیں اور عرض کیا اے بیٹا مجھے عراق کی طرف لے جا کر دکھ نہ دو کیونکہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا فرزند حسینؑ عراق کی اس زمین پر قتل ہوگا جسے کربلا کہتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے مادرِ گرامی! خدا کی قسم میں اس بات کو جانتا ہوں اور میں ضرور قتل ہوں گا اور میرے جانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں اور میں حکمِ خدا کے مطابق عمل کروں گا۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ میں کس دن شہید ہوں گا اور میں اپنے قاتل کو پہچانتا ہوں اور اس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں میں دفن ہوں گا۔ میرے اہلِ بیتؑ اور شیعوں میں سے جو لوگ میرے ساتھ قتل ہوں گے ان کو بھی جانتا ہوں۔

اے مادرِ گرامی! اگر آپ چاہیں تو آپ کو وہ جگہ دکھاؤں کہ جس میں میں قتل اور دفن ہوں گا۔ پھر آپ نے کربلا کی طرف اشارہ کیا اور اعجازِ امامت سے باقی زمینیں پست ہو گئیں اور زمینِ کربلا بلند ہو گئی۔ حضرتِ اُمِّ سلمہؑ نے حضرتؑ کی شہادت کی جگہ دیکھی اور زار و قطار

* ''چودہ ستارے'' ص ۲۲۸ تا ۲۳۰۔

رونے لگیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اے نانی اماں خدا نے یہ مقدر کیا ہے اور چاہا کہ وہ مجھے ظلم وستم سے شہید ہوتے اور میرے اہلِ بیتؑ خواتین اور جماعت کو متفرق و پراگندہ اور میرے بچوں کو ذبح ہوتے اور طوق و سلاسل میں اسیر دیکھے جبکہ وہ فریاد کریں اور کوئی ان کا ناصر و مددگار نہ ہو۔ پھر فرمایا نانی اماں! خدا کی قسم میں اسی طرح قتل ہوں گا۔ میں عراق نہ بھی جاؤں تب بھی یہ مجھے قتل کر دیں گے۔ پھر حضرتِ امّ سلمہؑ نے کہا کہ میرے پاس کچھ مٹی ہے جو رسولِ خداؐ نے مجھے دی ہے اور میں نے اس کو شیشی میں محفوظ کیا ہوا ہے۔ پس امامِ حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا اور کربلا کی زمین سے ایک مٹھی بھر کر اٹھالی اور حضرتِ امّ سلمہؑ کو دے دی اور فرمایا نانی اماں! اس مٹی کو بھی اس خاک کے ساتھ حفاظت سے رکھ لو اور جس وقت یہ دونوں خاک خون ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ مجھے کربلا میں شہید کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد امامِ حسینؑ نے سامان باندھا اور مکے کی طرف روانہ ہو گئے۔[1]

پھر جب امامِ حسینؑ ارضِ عراق سے سفرِ مکہ پر روانہ ہو گئے تو امّ سلمہؑ روزانہ اس شیشی کو دیکھا کرتی تھیں مگر جب روزِ عاشور کو دیکھا تو اس میں خون ابل رہا تھا یہ دیکھتے ہی حضرتِ امّ سلمہؑ نے چیخ مار مار کر رونا شروع کر دیا۔[2]

امامِ حسینؑ کا فاطمہ صغریٰؑ کو امِّ سلمہؑ کی کفالت میں دینا

روایت میں ہے کہ جس روز امامِ حسینؑ نے مدینے سے سفر کیا اس وقت امام زادی جناب فاطمہ صغریٰؑ بیمار تھیں اور ان کے وجودِ مبارک میں حد سے زیادہ کمزوری اور نقاہت پیدا ہو گئی تھی اس لیے حضرتِ امامِ حسینؑ نے اپنی صاحبزادی جنابِ فاطمہ صغریٰؑ کو

(۱) ''احسن المقال''، جلدِ اول، ص ۳۶۱۔ ''بحار انوار''، جلد ۱۰، ص ۱۵۳۔

(۲) ''شہادتِ کبریٰ''، جلدِ اول، ص ۱۶۵۔

حضرتِ امِّ سلمہؑ کے سپرد کیا اور فرمایا اماں جان! میری اس بیمار اور غمگین اداس بیٹی کا خاص خیال رکھنا جس وقت بی بی فاطمہ صغریٰؑ نے یہ بات سنی کہ بابا مجھے اس گھر میں تنہا چھوڑ کر روانہ سفر ہو جائیں گے تو کمزوری و نقاہت کے باوجود چل کر والدِ گرامی کے پاس آئیں اور عرض کی بابا جان میں نے سنا ہے کہ آپؑ پردیس جا رہے ہیں اور اس بیمار کو ساتھ لے کر نہیں جا رہے ہیں؟ بابا میں نے جب سے یہ بات سنی ہے میری بیماری میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آپؑ سب کو اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں یہاں تک کہ میرے شیر خوار بھائی کو بھی.... اگر مجھ سے غلطی ہوگئی ہے تو آپ کریم بن کریم ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا پیاری بیٹی! میں آپؑ سے ناراض نہیں ہوں۔ بیٹا دراصل بات یہ ہے کہ آپؑ کو بہت زیادہ تکلیف ہے۔ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے دور دراز کا سفر نہیں کر سکیں گی اس لیے آپ کو جدہ ماجدہ حضرتِ امِّ سلمہؑ کے سپرد کرتا ہوں جو آپ کی غمخوار ہیں۔(۱)

صاحبِ ''ریاض القدس'' لکھتے ہیں :

''امامِ حسینؑ کی ایک دختر کا نام فاطمہ تھا۔ مدینے سے روانگی کے وقت وہ بیمار تھیں۔ انھیں تپ لازم عارض تھی۔ حضرتؑ اسے اپنے ہمراہ نہ لے جا سکے اور امّ المومنین حضرتِ امِّ سلمہؑ کے سپرد کر کے فرمایا کہ انشاء اللہ اگر خدا تجھے صحت دے گا اور میں بھی کوفے والوں کی بے وفائی سے بچوں گا تو تیرے بھائی علی اکبرؑ کو بھیجوں گا، وہ آ کر تجھے لے جائے گا اور تو میرے پاس پہنچ جائے گی''۔(۲)

روزِ عاشور امِّ سلمہؑ کا ماتم اور ابنِ عباسؑ کو خواب بتانا

حضرتِ امامِ جعفرِ صادقؑ اور امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ابنِ عباس سے روایت

---

(۱) ''ذکر المصائب''، ص ۵۳۔

(۲) ''ریاض القدس''، جلدِ اول، ۱۱۶۔

ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز اپنے گھر میں سو رہا تھا ناگاہ جنابِ اُمّ سلمہؑ کے گھر سے صدائے فریاد بلند ہوئی۔ یہ سن کر میں باہر نکلا اور ام المومنینؑ کے گھر پر آیا۔ میں نے دیکھا کہ مدینے کے مرد وزن وہاں جمع ہیں۔ میں نے نزدیک جا کر پوچھا کہ اے اُمّ سلمہؑ! آپ کس لیے فریاد وفغاں کر رہی ہیں؟ مگر آپ نے مجھ کو جواب نہ دیا اور زنانِ بنی ہاشم کی طرف منہ کر کے فرمایا، اے دخترانِ عبدالمطلبؑ میری مدد کرو اور میرے رونے میں میرا ساتھ دو۔ خدا کی قسم تمھارا سردار جوانانِ بہشت اور نواسۂ رسولؐ اور گلِ گلزارِ پیغمبرؐ حسینؑ شہید ہوا۔ میں نے کہا امّ المومنینؑ! یہ خبر آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟ فرمایا اس وقت پیغمبرؐ کو میں نے خواب میں دیکھا ہے بال پریشان کیے ہوئے تھے اور بحالِ تباہ تشریف لائے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا، فرمایا کہ آج میرا حسینؑ اور اس کے اصحاب اہلِ بیتؑ شہید ہو گئے اور میں ان کے دفن میں مصروف تھا، اس وقت فارغ ہوا ہوں[1]۔ جب خواب سے میں بیدار ہوئی تو گھبرائی ہوئی جانبِ حجرہ دوڑی۔ مجھ کو کچھ ہوش نہ تھا۔ میں اس خاک کی طرف دوڑی جو جبرائیلؑ کربلا سے لائے تھے اور پیغمبرؐ کو دی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ لہو ہو جائے تو سمجھنا کہ تمھارا حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔ یہ خاک حضرتؐ نے مجھے دی تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ شیشی میں خون جوش مار رہا ہے۔ ابنِ عباس کہتے ہیں کہ امِّ سلمہؑ نے اس کو لے کر اپنے چہرے پر ملا اور نوحہ و ماتم برپا کیا[2]۔

سلمٰی (راوی) کہتی ہے کہ میں نے دیکھا کہ امّ سلمہؑ اس شیشی کو آگے رکھے ہوئے تھیں[3]۔

جنوں کے نوحوں پر اِمّ سلمہؑ کا گریہ

جنابِ امّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے جنوں کے نوحوں کو اس وقت سنا تھا جب

(۱) یہ جملہ میرے خیال کے مطابق صحیح نہیں ہے اس لیے کہ امِّ سلمہؑ نے خواب ۱۰ محرم ۶۱ھ کو دیکھا تھا اور شہدائے کربلا ۱۱، ۱۲ محرم کو دفن ہوئے ہیں۔ (مصنف)

(۲) ''بحارالانوار''، جلد ۱۰، ص ۳۹۹۔ ''مناقب بن شہر آشوب''، جلدِ پنجم، ص ۸۴۔

(۳) ''بحارالانوار''، جلد ۱۰، ص ۴۰۰۔

رسولؐ اللہ کا انتقال ہوا تھا یا اس رات سنا جس سے پہلے امامِ حسینؑ قتل کردیے گئے تھے۔ جنات کے نوحے یہ تھے:

ایھا القاتلون جھلاً حسیناً فابشروا بالعذاب و التذلیل
قد لعنتم علی لسان ابنِ داؤد و موسیٰ و صاحب الانجیل

(یعنی) اے لوگو! جہالت سے حسینؑ کو قتل کرنے والو، عذاب اور ذلت کی تمھیں بشارت ہو۔ تم پر حضرتِ داؤد، حضرتِ موسیٰؑ اور انجیل کے حامل (حضرتِ عیسیٰؑ) کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔

مسح النبی جبینہ فلہ بریق فی الخدود
ابواہ من علیا قریش وجدہٗ خیر الجدود

(یعنی) آپؑ کی پیشانی پر نبی نے ہاتھ پھیرا۔ آپ کے رخساروں پر روشنی تھی۔ آپ کے والدین قریش سے بلند مرتبہ انسان تھے۔ آپ کے ناناؐ دیگر لوگوں سے افضل تھے۔

اتقی حسین ھیلا کان حسین جبلا
حسینؑ زبردست پرہیزگار تھے حسینؑ (عزم میں) ایک پہاڑ تھے

الا یا عین فاحتضلی بجھد فمن یبکی علی الشھدا البعدی
اے آنکھ خوب رولے تیرے بعد شہداء پر کون روئے گا
علی رھط تقودھم انھایا الی قبجر فی الملك وغد[1]
اس گروہ پر رولے جس کو موت کھینچ کر زبردستی کمینے ملک کی طرف لے گئی۔[2]

امِّ سلمہؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے جنات کو امامِ حسینؑ پر نوحہ کرتے ہوئے سنا اور ابنِ سعد نے آپؑ سے روایت کی ہے کہ امِّ سلمہؑ (غمِ حسینؑ کی وجہ سے) اتنا روئیں کہ آپ کو غش طاری ہوگیا۔[3]

---

(۱) وغد اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا نسب صحیح نہ ہو۔ (مصنف)
(۲) ''ینابیع المودّت''، ص ۵۰۶۔
(۳) ''ینابیع المودّت''، ص ۵۱۳۔

اہلِ بیتؑ کی مدینے واپسی

جب اہلِ بیتؑ کو کوفہ و شام کے درباروں میں پھرایا جاچکا تو قید خانہ شام میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد زندانِ شام سے رہائی ملی تو امام زین العابدینؑ مع زنانِ بنی ہاشمؑ کربلا سے ہوتے ہوئے مدینے وارد ہوئے مگر وارد ہونے سے قبل مدینے سے کچھ فاصلے پر خیمہ زن ہوئے تھے تاکہ جب مدینے والے آئیں تو ان کے ساتھ مل کر داخلِ مدینہ ہوں، اس لیے کہ اگر امامؑ مدینے سے کچھ فاصلے پر خیمہ زن ہونے کے بجائے سیدھے مدینے داخل ہو جاتے تو مدینے والے یہ منظر کیسے دیکھتے کہ جو قافلہ باشان وشوکت گیا تھا اب صرف چند افراد باقی رہے ہیں اور یہ منظر دیکھ کر مدینے میں قیامت مچ جاتی۔

ہاں! قیامت تو مچی ہی ہوگی جب امِّ سلمہؑ کو خبر ہوئی ہوگی کہ قافلہ واپس آ گیا ہے اس لیے کہ امِّ سلمہؑ کی کفالت میں تو وہ بچی تھی کہ جس کا دل باباؑ کی جدائی میں تڑپ رہا تھا اور حضرتِ علی اکبرؑ اور حضرتِ علی اصغرؑ کی یاد ستا رہی تھی۔

آپ حضرات یہ تصور کریں کہ قافلۂ حسینی کے آنے سے پہلے امِّ سلمہؑ اس بات پر بے چین رہتی ہوں گی کہ جب قافلہ آئے گا تو فاطمہ صغریٰؑ کو کس طرح اس کی خبر دیں گے حالانکہ آپ جانتی تھیں کہ امامِ حسینؑ شہید ہو گئے ہیں اور اہلِ بیتؑ کو اسیر کر لیا گیا ہے اور اس کی تو امامِ حسینؑ نے مدینے سے جاتے وقت ہی امِّ سلمہؑ کو خبر کر دی تھی۔*

چنانچہ جب امامِ زین العابدینؑ مدینے کے قریب پہنچے اور وہاں خیمہ زن ہونے کے بعد بشیر بن جذلم کو حکم دیا کہ مدینے جا کر خبر کر دے کہ جو قافلہ اٹھائیسویں رجب ۶۰ھ کی رات کو مدینے سے گیا تھا اب لٹ کر واپس آیا ہے اور جا کر امامِ حسینؑ کی شہادت کی بھی خبر دے دے۔

بشیر کہتا ہے کہ میں مدینے میں داخل ہوا اور جب مسجدِ نبویؐ پہنچا تو میں نے گریہ و

---

* ''احسن المقال''، جلدِ اول، ص ۳۶۱۔

زاری سے آواز بلند کی (کہ اے مدینے والو آؤ...) اور یہ دو اشعار پڑھے:

یا اهل یثرب لا مقام لکم بها   قتل الحسین فاد ملی مدرار

الجسم منه بکربلا مضراج   والرأس منه علی ابقناة یدار

اے یثرب کے رہنے والو اب یہ (مدینہ) تمھارے رہنے کے قابل نہیں رہا۔ حسینؑ شہید کر دیے گئے۔ پس میری آنکھیں موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ ان کا جسم کربلا میں خون آلودہ پڑا ہے اور ان کا سر نوکِ نیزہ پر پھرایا جا رہا ہے۔

پھر بشیر کہتا ہے: اس وقت میں نے پکار کر کہا کہ اے لوگو! بے شک علی بن الحسینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں سمیت تمھارے قریب آ چکے ہیں اور شہر کے باہر اترے ہوئے ہیں اور میں حضرتؑ کا تمھاری طرف قاصد ہوں۔ بشیر نے کہا ہے کہ یہ سنتے ہی تمام پردے والی عورتیں ننگے سر، بال بکھرے ہوئے گھروں سے دوڑیں اور مدینہ پہلے اس حالت میں نہیں دیکھا گیا تھا۔[1]

عورتیں بشیر سے پوچھتی تھیں کہ بتا کہ ہمارا قافلہ کہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ بشیر نے کہا مدینے سے باہر مقیم ہے۔ الغرض عورتیں گروہ در گروہ اس طرف روانہ ہوئیں۔ اس کے بعد امامِ زین العابدینؑ سب کو ساتھ لے کر روضۂ رسولؐ پر آئے اور خوب گریہ کیا، پھر محمد بن حنفیہؓ کو ساتھ لے کر قبرِ فاطمہؑ و حسنؑ پر آئے اور پھر حضرتِ اُمّ سلمہؑ کے ہاں گئے جہاں فاطمہ صغریٰؑ مقیم تھیں۔[2]

بعض روایات کے مطابق خود فاطمہ صغریٰؑ تشریف لائیں جبکہ اس وقت اہلِ بیتؑ جنت البقیع میں محوِ گریہ وزاری تھے۔

غرض یہ کہ جب جنابِ فاطمہ صغریٰؑ نے مردوں میں کسی کو نہ پایا تو ایک ایک کا نام لے کر کہنے لگیں مگر سب شہید ہو گئے تھے۔ جنابِ صغریٰؑ نے پوچھا کہ حضرتِ علی اصغرؑ کہاں ہیں۔ پس جنابِ ربابؑ جو حضرتِ علی اصغرؑ کی مادرِ گرامی تھیں کہا کہ صغریٰؑ اب اصغر کا کہاں پوچھتی ہو وہ تو کربلا میں تیرِ ستم کا نشانہ بن گئے! جنابِ صغریٰؑ نے پوچھا کہ میری بہن سکینہؑ

(۱) ''احسن المقال''، جلد اول، ص ۵۳۵۔

(۲) ''مجالسِ خواتین''، جلد ۱، ص ۱۸۴۔

کہاں ہے؟ فرمایا بیٹی وہ بھی زندان میں قضا کر گئیں۔ یہ سننا تھا کہ فاطمہ صغریٰ ؑ کو غش آ گیا۔ الغرض کچھ دیر جنت البقیع میں کہرام بپا رہا۔ اس کے بعد جب سب روتے روتے وہاں سے گھر گئے اور جب گھر سونا نظر آیا تو ہر بی بی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔*

دل تو سوچتا ہے کہ جب اہلِ بیتؑ گھر آئے ہوں گے تو وہاں امّ سلمہؑ کو پا کر کتنا گریہ کیا ہوگا اور یہ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ جب اہلِ بیتؑ مدینے آئیں تو امِّ سلمہؑ زندہ تھیں مگر یہ یاد رہے کہ امِّ سلمہؑ اپنی زندگی میں کبھی گھر سے باہر نہ نکلیں تھیں بلکہ حکمِ خدا و رسولؐ کے مطابق گھر ہی میں رہی تھیں لہٰذا جب قافلہ گھر آیا ہے تو امِّ سلمہؑ کے ساتھ مل کر تمام بیبیوں نے کتنا گریہ کیا ہوگا۔ اس کا فیصلہ صاحبانِ دل ہی کریں گے۔

واقعہ حرّہ اور اُمِّ سلمہؑ کے نواسوں کی شہادت اور گھر کا لوٹا جانا

مستند تواریخ میں ہے کہ کربلا کے واقعے نے اسلام میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا، خصوصاً ایران میں ایک قومی جوش پیدا کر دیا تھا جس نے بعد میں بنی عباس کو بنی امیہ کے غارت کرنے میں بڑی مدد دی تھی۔ یزید تارک الصلوٰۃ اور شارب الخمر تھا اور بیٹی بہن سے نکاح کرتا تھا اور کتوں سے کھیلتا تھا۔ اس کی ملحدانہ حرکتوں اور امامِ حسینؑ کی شہادت کے سبب مدینے میں اس قدر جوش پھیلا کہ ۶۲ھ میں اہلِ مدینہ نے یزید کی معطلی کا اعلان کر دیا اور عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا کر گورنر عثمان محمد بن ابی سفیان کو مدینے سے نکال دیا۔ چنانچہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو جو خونریزی کی کثرت کے سبب "مسرف" کے نام سے مشہور تھا فوجِ کثیر دے کر مدینے کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ اہلِ مدینہ نے باب الطیبہ کے قریب مقامِ حرّہ پر شامیوں کا مقابلہ کیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں کی تعداد شامیوں کے مقابلے میں

* "مجالسِ خواتین"، جلدِ اول، ص ۱۸۴۔

بہت کم تھی لہٰذا شکست کھائی اور مدینے کے چیدہ چیدہ بہادر اور رسول اللہ کے بڑے بڑے صحابی اس ہنگامۂ آفت میں شہید ہو گئے اور شامی شہر میں گھس گئے۔ مزارات کو ان کی زینت و آرائش کی خاطر مسمار کر دیا اور ہزاروں عورتوں سے بدکاری کی، دس ہزار سے زائد حفاظِ قرآن کو شہید کیا اور مسجدِ نبویؐ میں گھوڑے باندھے گئے۔(۱)

یہ بات لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ تاریخ گواہ ہے کہ واقعۂ حرّہ کے بعد عورتوں سے نو سو ناز ادے پیدا ہوئے تھے۔(۲)

اِسی واقعے میں حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کی صاحبزادی زینبؑ کے دو فرزند بھی شہید ہوئے تھے(۳) اور جب زینبؑ کے سامنے اُن دونوں کی لاشیں لائی گئیں تو انھوں نے مرثیہ کہا جس کا ذکر ہم زینبؑ بنتِ ابی مسلمہؑ کے حالات میں کریں گے۔

واقعۂ حرّہ میں حضرتِ اُمِّ سلمہؑ امام زین العابدینؑ کے ہمراہ تھیں جو اس وقت اپنے ایک گاؤں میں مقیم تھے جس کا نام ''منبع'' تھا جہاں کھیتی باڑی کا کام ہوتا تھا۔ حضرتِ عثمان کے دور میں حضرتِ علیؑ بھی اِسی جگہ مقیم تھے۔(۴)

اُمِّ سلمہؑ یہاں تھیں تو دوسری جگہ آپ کے گھر کو لوٹ لیا۔ اس کے بارے میں صاحبِ ''سرّ الشہادتین'' رقم طراز ہیں:

> ''یزید نے لڑکوں کو مقید کر دیا، عورتوں کو شہر والوں پر مباح کر دیا اور امیر المومنین حضرتِ اُمِّ سلمہؑ کا گھر لوٹ لیا''۔(۵)

تاریخِ اسلام کا یہ دردناک واقعہ ماہِ ذوالحجہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو ۶۳ھ میں پیش آیا

---

(۱) ''چودہ ستارے''، ص ۲۸۹، ''امت اور اہلبیتؑ'' حصہ دوم، ص ۳۷۰۔

(۲) ''امت اور اہلبیت'' حصہ دوم، ص ۳۷۱، طبع حیدرآباد دکن، انڈیا۔

(۳) ''شہادتِ کبریٰ'' ج اول، ص ۱۷۲۔

(۴) ''چودہ ستارے''، ص ۲۸۹۔

(۵) ''سرّ الشہادتین''، ص ۴۰، شاہ عبدالعزیز دہلوی۔

تھا جبکہ حضرتِ زینبؑ اور امِّ کلثومؑ کی وفات ہو چکی تھی۔

حضرتِ امیرِ مختارؑ خدمتِ امِّ سلمہؑ میں

امامِ حسینؑ کی شہادت کے بعد جب حضرت امیر مختارؑ نے خروج کیا اور تمام قاتلانِ حسینؑ کو قتل کر دیا تو جب امیرِ مختارؑ مدینے آئے ہیں اور امام زین العابدینؑ سے ملے تو آپؑ نے امِّ سلمہؑ سے بھی ملاقات کی تھی۔

جب امِّ سلمہؑ کو معلوم ہوا کہ امیرِ مختارؑ مدینے آئے ہیں اور انھوں نے قاتلانِ حسینؑ کو قتل کر دیا ہے اور میرے گھر آنے والے ہیں تو امِّ سلمہؑ نے ان کے لیے ایک عطرِ خاص رکھا اور جب مختارؑ تشریف لائے تو امِّ سلمہؑ نے اپنی کنیزِ خاص کے ہاتھ خدمتِ مختارؑ میں عطر بھیجا کہ اُن کے سر و ریش کو معطر کر دے۔[1]

یہ واقعہ ۶۴ھ کا ہے اور امِّ سلمہؑ ۶۴ھ ہی تک زندہ رہی تھیں۔

امِّ سلمہؑ کی وفات

اُمِّ سلمہؑ کی وفات کب ہوئی اس میں بہت اختلاف ہے لہٰذا ذیل میں ہم مختلف تاریخیں نقل کرتے ہیں۔

علامہ علی نقی النقوی کے مطابق ۱۰ محرم ۶۱ھ کو ہوئی جس کا سبب امامِ حسینؑ کی شہادت تھا۔[2]

علامہ واقدی کے مطابق شوال ۵۹ھ ہے۔[3] ابنِ نعیم نے لکھا ہے کہ ۶۲ھ ہے۔

---

(۱) ''اسوۃ الرسولؐ''، جلدِ سوم، ص ۵۱۱۔

(۲) ''شہیدِ انسانیت''، ص ۴۸۱۔

(۳) ''اصابہ''، جلدِ چہارم، ص ۴۳۹۔

شبلی نعمانی نے ۶۳ھ تحریر کی ہے۔[1] بعض نے تو ۵۱ھ، ۵۲ھ اور ۵۵ھ بھی تحریر کی ہے۔

تواریخ شاہد ہیں کہ امّ سلمہؑ امامِ حسینؑ کی شہادت کے وقت زندہ تھیں تو ۶۱ھ سے پہلے کے تمام قول باطل ہیں۔ دوسری بات یہ کہ واقعۂ کربلا کے بعد پہلی خاتون جن کا انتقال ہوا تھا وہ جنابِ اُمِّ کلثومؑ تھیں جن کی تاریخِ وفات ۲۱/۲۰ر جمادی الثانی ۶۲ھ ہے[2] اور دوسری حضرتِ بی بی زینبؑ جن کی وفات بھی ۶۲ھ میں ہوئی اور پھر حضرتِ امّ سلمہؑ تھیں تو ۶۲ھ سے پہلے کے تمام قول باطل ہیں۔

علامہ اولادِ حیدر فوق بلگرامی نے صحیح تحقیق لکھی ہے کہ امیرِ مختارؒ ۶۴ھ میں مدینے آئے تھے اور امّ سلمہؑ سے ملاقات کی تھی جیسا کہ پیچھے بیان کیا جاچکا ہے۔ اس حساب سے امّ سلمہؑ کی وفات ۶۳ھ یا ۶۴ھ میں ہوئی ہے۔ اِس سے پہلے کے تمام قول بے بنیاد ہیں اور یہ یاد رہے کہ اُمّ سلمہؑ رسولؐ کی وہ واحد زوجہ تھیں جنھوں نے اہلِ بیتؑ کے سایہ میں زندگی گزاری، اُن سے محبت کی اور تمام ازواج سے آخر میں وفات پائی۔

نمازِ جنازہ

شبلی صاحب کے مطابق امّ سلمہؑ کی نمازِ جنازہ ابو ہریرہ نے پڑھائی تھی۔[3] بعض حضرات کے مطابق سعید بن زید نے نمازِ جنازہ پڑھائی تھی مگر یہ دونوں قول تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں اس لیے کہ ابو ہریرہ کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ۷۸ برس کی عمر میں ہوئی ہے اور سعید بن زید ۵۱ھ سے ۵۵ھ کے درمیان میں انتقال کر گئے تھے جس کا خود شبلی نعمانی نے اقرار کیا ہے۔

---

(۱) ''سیرت النبیؐ''، ج دوم، ص ۴۱۴۔

(۲) ''سہم مسموم فی جوابِ نکاحِ امّ کلثومؑ''، ص ۲۹۵۔

(۳) ''سیرت النبیؐ''، جلد دوم، ص ۴۱۴۔

بہرحال ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اُمّ سلمہؑ کی وفات بہ تحقیق ۶۴ھ میں ہوئی ہے تو اِن دونوں حضرات کا نمازِ جنازہ پڑھانا بالکل لغو اور فضول بات ہے حالانکہ آپؑ کی وفات کے وقت امامِ زین العابدینؑ، عبداللہ بن جعفرِ طیارؑ، محمد حنفیہؒ، حسن مثنیٰؑ، عبداللہ اور عبیداللہ بن حضرتِ عباسؑ موجود تھے۔ اِن مبارک ہستیوں کے ہوتے ہوئے یہ بات بالکل بے بنیاد ہے، اس لیے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ امامِ علی بن الحسینؑ کے ہوتے ہوئے کسی نے جرأت کی ہو کہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھائے۔

بہرحال جنابِ اُمِّ سلمہؑ نے ۶۳ھ یا ۶۴ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی تھی اور آپؑ رسولؐ کی وہ زوجہ ہیں کہ جنھوں نے دوسری ازواج کے مقابلے میں سب سے آخر میں وفات پائی۔

جائے دفن

آپؑ کہاں دفن ہیں اس میں اختلاف ہے بعض حضرات کے مطابق آپؑ جنت البقیع میں دفن ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شام میں آپؑ کا مزار ہے۔

مشہور یہی ہے کہ آپؑ کا مزار شام کی طرف حلب نام کے مقام پر ہے اور آپؑ کے ساتھ زوجہ رسولؐ اُمِّ حبیبہؓ کا بھی مزار ہے۔ حضرت اُمِّ سلمہؑ کے مزار پر سبز رنگ کا گنبد ہے۔

اُمِّ سلمہؑ شام کب، کس کے ہمراہ، کس سن و سال میں تشریف لائیں اس کے ذکر سے تاریخ خاموش ہے۔

اولادِ امِّ سلمہؑ

آپؑ کی چار اولادیں تھیں جن کے نام یہ ہیں: سلمہ، عمرو، زینب اور درّہ۔ اِن چاروں کے والد حضرتِ ابوسلمہؓ تھے۔ رسولؐ سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اِن میں سلمہؑ عمرؑو اور زینبؑ کے جو حالات ہمیں دستیاب ہوئے ہیں اُن کو ہم یہاں تحریر کرتے ہیں۔

سلمہ بن ابی سلمہؑ کے حالات

آپ کا نام سلمہؑ تھا۔ ہجرتِ حبشہ دوم کے بعد حبشہ میں آپ کی ولادت ہوئی اور حضرتِ ابوسلمہؓ نے آپ کا نام سلمہ رکھا۔ انھی کے سبب سے امِّ سلمہؑ اور ابوسلمہؓ کی کنیت بنی تھی۔(۱)

جب امِّ سلمہؑ مدینے کی طرف ہجرت کر رہی تھیں تو یہ آپؑ کے ہمراہ تھے اور راستے میں قبیلے والوں نے امِّ سلمہؑ کو سلمہؑ اور ابوسلمہؓ سمیت الگ الگ کر لیا تھا یعنی سلمہؑ ابوسلمہؓ کے قبیلے والوں کے پاس تھے، امِّ سلمہؑ اپنے قبیلے والوں کے پاس اور ابوسلمہؓ مدینے میں تھے۔ دونوں کی جدائی میں امِّ سلمہؑ نے ایک سال گریہ کیا تب جا کر امِّ سلمہؑ اِن سے ملیں اور ابوسلمہؓ کے پاس مدینے تشریف لے گئیں۔ اِس واقعے کا ذکر ہم نے بہ تفصیل امِّ سلمہؑ کی ہجرتِ مدینہ میں بیان کر دیا ہے۔

آپؑ ہی نے اپنی والدہ حضرتِ امِّ سلمہؑ کا عقد رسولؐ سے بندھوایا تھا۔(۲) آپؑ امِّ سلمہؑ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ آپؑ ہی نے خواجہ حسن بصریؒ کو خرید فرمایا تھا(۳) اور ان کو عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرِ طیارؓ کے ساتھ حضرت علیؑ سے تعلیم دلوائی تھی مگر

---

(۱) ''شہادتِ کبریٰ'' جلدِ اول، ص ۱۶۵۔

(۲) ''حیات القلوب'' جلدِ دوم، ص ۸۸۱۔

(۳) ''اسوۃ الرسولؐ'' ج سوم، ص ۵۱۰۔

جنگِ جمل کے موقع پر جنابِ امّ سلمہؑ کی ایسی ناراضی کا باعث ٹھہری کہ پھر آپؑ نے عمر بھر حسن بصری کا منھ نہ دیکھا اور اپنے دروازے پر چڑھنے بھی نہ دیا تھا[1] اس لیے کہ حسن بصری نے حضرتِ علیؑ کے ہمراہ جنگ نہ کی تھی۔

جب آپؑ جوان ہو گئے تو رسولِؐ اکرم نے آپؑ کا عقد امامہ بنتِ حمزہؓ سے کر دیا مگر اُمامہ رخصتی سے قبل ہی انتقال کر گئی تھیں[2]۔

آپؑ کی زوجہ امامہ بنتِ حمزہؓ کے متعلق مشہور روایت ہے کہ جب رسولؐ عمرۃ القضاء ادا کر کے مدینے جا رہے تھے تو راستے میں امامہ بنتِ حمزہؓ یاعم، یاعم (اے چچا، اے چچا) کہتی ہوئی دوڑیں۔ حضرتِ حمزہؓ رسولؐ کے چچا بھی تھے اور خالہ زاد بھی۔ اس اعتبار سے امامہ رسولؐ کی چچا زاد بھی تھیں اور بھتیجی بھی۔ حضرت علیؑ امامہ کو ہمراہ لائے اور جنابِ فاطمہؑ کی عماری میں بٹھا دیا اور کہا کہ یہ تمھاری بنتِ عم ہے، اپنی بہن کو عماری میں بٹھالو۔ جب رسولؐ آئے اور علیؑ نے کہا کہ یہ میری چچا زاد ہے لہٰذا میں پرورش کروں گا، حضرتِ جعفرِ طیارؓ نے کہا کہ یہ میری زوجہ اسماءؓ بنتِ عمیس امامہ کی خالہ ہے لہٰذا میں پرورش کروں گا، زید بن حارثہ نے کہا کہ حمزہؓ اور مجھ میں عقدِ مواخات باندھا گیا ہے لہٰذا یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے میں اس کی پرورش کروں گا۔ اس پر رسولؐ نے فرمایا کہ خالہ بمنزلتِ ماں ہوتی ہے لہٰذا امامہ کی پرورش حضرتِ جعفرِ طیارؓ کریں گے[3]۔

اس طرح سلمہؑ کی شادی کے وقت رسولؐ سلمہؑ کی طرف سے تھے اور اسماءؓ بنتِ عمیس امامہ بنتِ حمزہؓ کی طرف سے تھیں۔

سلمہؑ کی امامہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اور کہا جاتا ہے کہ آپؑ کی شہادت جنگِ صفین میں ہوئی تھی آپؑ حضرتِ علیؑ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے[4]۔

---

(۱) ''اسوۃ الرسول''، ج دوم، ص ۵۱۰۔

(۲) ''شہادتِ کبریٰ''، ج اول، ص ۱۷۰۔

(۳) ''حضرتِ جعفرِ طیارؓ''، ضمیر اختر نقوی قبلہ، ص ۸۳۔۸۴۔

(۴) ''اسوۃ الرسول''، جلدِ سوم، ۵۱۰۔

عمرو بن ابی سلمہؑ کے حالات

آپ کا نام عمرو (عمر) اور کنیت ابو حفص تھی[1]۔ آپ کی ولادت حبشہ میں ہوئی جبکہ اُمِّ سلمہؑ ہجرتِ حبشہ دوم کے لیے حبشہ گئی تھیں[2]۔

اپنی عمر کا زیادہ تر حصہ آغوشِ رسولؐ میں گزارا تھا اور آپ حضرتِ علیؑ کے خاص اصحاب میں سے ہیں[3]۔ آپ کو حضرتِ علیؑ نے جنگِ جمل کے بعد بحرین کا گورنر بھی بنایا تھا مگر جنگِ صفین میں حضرتِ علیؑ کو ساتھیوں کی سخت ضرورت تھی لہٰذا آپ کو اِس مضمون کا خط تحریر کیا:

> ''اما بعد۔ میں نے عثمان بن عجلان کو بحرین کا عامل مقرر کر دیا ہے اور تمھیں اِس سے معزول کر دیا ہے لیکن نہ اس میں تمھاری کوئی برائی ہے اور نہ ملامت۔ تم نے حکومت کا کام بہت ٹھیک طریقے سے چلایا ہے اور امانت کو ادا کر دیا ہے لیکن اب واپس چلے آؤ۔ نہ تمھارے بارے میں کوئی بدگمانی ہے اور نہ ملامت، نہ الزام ہے نہ گناہ۔ اصل میں میرا ارادہ شام کے ظالموں (معاویہ) سے جنگ کرنے کا ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ رہو۔ میں تم جیسے افراد سے دشمن سے جنگ کرنے اور ستونِ دین قائم کرنے میں مدد لینا چاہتا ہوں، انشاءاللہ''[4]

اِس خط سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جنابِ امیرؑ نے بحرین سے عمرو کو بلایا وہ بھی خط لکھ کر اور خود خط میں فرماتے ہیں کہ مجھے تمھاری ضرورت ہے۔ جو افراد امیر المومنینؑ کی ضرورت ہوں ان کا کیا مرتبہ ہوگا۔

آپ جنگِ جمل میں بھی شریک تھے۔ آپ کو حضرتِ اُمِّ سلمہؑ نے اپنی نشانی بنا کر

---

(۱) ''حبیب کبریٰ کے تین سو اصحاب''، ص۴۸۹۔

(۲) ''استیعاب''، جلدِ دوم، ص۴۶۷۔

(۳) ''شہادتِ کبریٰ''، جلدِ اول، ص۱۷۳۔

(۴) ''نہج البلاغہ''، حصہ دوم، ص۵۵۵۔

امیر المومنینؑ کی خدمت میں بھیجا تھا جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔

عہدِ رسالتؐ میں جنگِ خندق کے موقع پر آپ کو اور عبداللہ بن زبیر کو کمسنی کے سبب حسان بن ثابت کے ہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔(۱)

عمرؓ کی اہمیت حضرتِ علیؑ کی نظر میں بہت تھی اور آپؑ نے اِن کو اپنے خاص اصحاب میں سے کہا ہے۔ اِس کے علاوہ عمر وشاعر بھی تھے۔ آپ کی شاعری حضرتِ علیؑ کو بہت پسند تھی اور اکثر آپ کی شاعری کی تعریفیں کیا کرتے تھے۔(۲)

اس کے علاوہ آپ نے امامِ حسنؑ، امامِ حسینؑ اور امامِ زین العابدینؑ اور امامِ محمد باقرؑ تک کا زمانہ دیکھا ہے۔ آپؓ زیادہ تر امامِ زین العابدینؑ کی خدمت میں رہے ہیں۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی جس کے بارے میں امامِ زین العابدینؑ کا قول ہے کہ یہ ہماری صحیح احادیث ہیں اور امامِ جعفرِ صادقؑ کا فرمان ہے کہ اس میں آلِ محمدؐ کے راز مضمر ہیں۔ آپ سے روایات ہیں اس کتاب کے مولف سلیم تھے جو امامِ علیؑ کے صحابی تھے۔ انھوں نے جو واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے یا کسی معتبر صحابی سے سنے انھیں اپنی اس کتاب میں تحریر کیا ہے اور اپنے بعد اس کتاب کو ابان بن عیاش کے حوالے کیا۔ ابان کا بیان ہے کہ وہ ایک سال حج کی زیارت کو گئے تو وہاں امامِ زین العابدینؑ سے ملے۔ ان کے ہمراہ ابوطفیل عامر بن واثلہؓ(۳) اور عمر بن ابی سلمہؓ موجود تھے۔ ابان نے اس کتاب کو خدمتِ امامؑ میں پیش کیا۔ مسلسل تین روز ابوطفیل اور عمرو بن ابی سلمہؓ اس کتاب کو امامؑ کی خدمت میں پڑھتے رہے اور امامِ زین العابدینؑ نے اس کتاب کو سن کر فرمایا کہ ''سلیم نے سچ کہا یہ تمام ہماری احادیث ہیں اور ہم ان کو جانتے ہیں''۔ عمرو بن ابوسلمہؓ نے کہا کہ اس کتاب میں جو بھی حدیث ہے وہ ہم نے حضرتِ علیؑ، سلمان فارسیؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ سے سنی ہے۔(۴)

---

(۱) ''حبیبِ کبریا کے تین سو اصحاب''، ص۴۹۰۔

(۲) ''شہادتِ کبریٰ''، ج اوّل، ص۱۷۳۔

(۳) یہ امیر المومنینؑ کے مشہور اصحاب میں سے ہیں۔

(۴) ''سلیم بن قیس ہلالی''، ص۲۳۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرؓ حضرتِ علیؑ کے علاوہ امامِ زین العابدینؑ کے بھی خاص اصحاب میں سے تھے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں عمرو بن ابی سلمہؓ سے بہت سے احادیث مروی ہیں۔(۱) آپ نے جنگِ صفین و جمل میں شرکت کے بعد ۸۳ھ میں عبدالملک بن مروان کے دور میں وفات پائی۔(۲) آپ کہاں دفن ہوئے اور کس نے نمازِ جنازہ پڑھائی اِس کے ذکر سے تاریخ خاموش ہے۔

زینب بنتِ ابی سلمہؓ کے حالات

آپ کا نام برہ تھا مگر رسولؐ نے بدل کر زینب رکھا۔ آپ کی ولادت حبشہ میں ہوئی اور بعض کے مطابق ۲ھ میں مکے میں ہوئی۔(۳)

آپ کو حضرتِ امِّ سلمہؓ اور اسماءؓ بنتِ ابوبکر نے دودھ پلایا تھا۔ حضورؐ جب امِّ سلمہؓ کے گھر تشریف لائے تھے تو اکثر امِّ سلمہؓ اپنی زینب کو دودھ پلاتی ہوئی ملتی تھیں اس لیے شرم کی وجہ سے آپؐ واپس چلے جاتے تھے۔ کئی بار ایسا ہی ہوا۔ آخر عمار بن یاسرؓ جو حضرتِ امِّ سلمہؓ کے اخیافی بھائی تھے (اخیافی بھائی بہن وہ کہلاتے ہیں جو ایک ماں اور زیادہ شوہروں سے ہوں)۔ غرض عمار یاسرؓ کو اِس امر کا احساس پیدا ہوا تو وہ اپنی بھانجی زینب کو اپنے گھر لے گئے اور اس لیے دودھ پلانے والی عورت مقرر کر دی تا کہ حضورؐ کو اِس بچی کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔ اس کے بعد ایک روز حضورؐ حضرتِ امِّ سلمہؓ کے ہاں تشریف لائے تو فرمایا زُناب کہاں گئی (حضور زینب کو پیار سے زُناب کہتے تھے)۔ خود امِّ سلمہؓ یا کسی اور نے عرض کیا کہ اسے عمار یاسرؓ اپنے گھر لے گئے ہیں۔(۴)

---

(۱) تفصیل کے لیے ''سلیم بن قیس ہلالی'' کا مطالعہ کریں۔ (مصنف)
(۲) ''شہادتِ کبریٰ''، جلد اول، ص ۱۷۲۔ ''حبیب کبریاؐ کے تین سو اصحاب'' ص ۴۹۰۔
(۳) ''شہادتِ کبریٰ''، جلد اول، ص ۱۷۱۔
(۴) ''شہادتِ کبریٰ'' ج ۱، ص ۱۷۵۔

زینبؑ علم و فضل میں بہت آگے تھیں۔ آپ امِّ سلمہؑ کے ہمراہ کافی عرصے تک رسولؐ کے زیرِ تربیت رہی تھیں۔(۱)

آپ کی خوب صورتی کا یہ عالم تھا کہ سو سال سے زیادہ کی عمر ہو گئی مگر پھر بھی حسین و جمیل تھیں۔ آپ اپنے حسن کا سبب خود بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں رسولؐ کے گھر گئی۔ آپؐ پردے کے پیچھے غسل فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں تھوڑا سا پانی میرے چہرے پر آپڑا جس کا اثر یہ ہوا کہ میں بوڑھی ہو گئی مگر حسن و جمال میں ویسی کی ویسی ہی نظر آتی تھی۔(۲)

آپ کی شادی عبداللہ بن زمعہ بن الاسود الاسدی سے ہوئی تھی اور بعض روایات کے مطابق عبداللہ بن زبیر سے ہوئی تھی۔ آپ کے دو فرزند واقعہ حرّہ میں شہید ہوئے تھے۔ جب ان دونوں کے لاشے آپ کی خدمت میں حاضر کیے گئے تو آپ نے فرمایا تھا اِنّا للّٰہ وَ اِنّا الیہ راجعون۔ اس کے بعد کہا "اِن دونوں کا غم میرے لیے بڑا سخت ہے لیکن اِن میں اس بیٹے کا غم زیادہ ہے جو جنگ کر کے شہید ہوا بہ نسبت اُس کے جو جنگ نہ کر سکا"۔(۳)

آپ کے ایک بیٹے نے حرّہ کے مقام پر شامیوں سے جنگ کی تھی اور شہید ہوئے اور دوسرے نے جنگ نہیں کی تھی بلکہ وہ مدینے میں ہنگامے کے درمیان شہید ہوئے تھے۔

حضرتِ امِّ سلمہؑ کی وفات کے وقت تک آپ زندہ تھیں اور آپ کی وفات امِّ سلمہؑ کی وفات کے کئی عرصے بعد ہوئی تھی۔ جیسا کہ پچھلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر تقریباً سو سال کے قریب تو ہوئی تھی مگر تاریخِ وفات سے تاریخ خاموش ہے۔

---

(۱) "شہادتِ کبریٰ"، جلدِ اول، ص ۱۶۹۔

(۲) "شہادتِ کبریٰ"، جلدِ اول، ص ۱۶۹۔

(۳) "الروض الالف"، ج سوم، ص ۲۴۲۔

امِّ سلمہؑ سے منسوب چند حدیثیں

حضرتِ امّ سلمہؑ علمِ حدیث میں بہت ہی بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ آپؑ سے زیادہ تر احادیث فضائلِ اہلِ بیتؑ میں مروی ہیں اور آپ کی احادیث کی کل تعداد ۳۷۸ ہے۔ جتنی احادیث ہمیں دستیاب ہوئیں ان کو ہم اس کتاب میں تحریر کریں گے۔ پہلے وہ احادیث جو عام طور پر روایت ہیں ان کو ہم نقل کرتے ہیں۔

○ حضرتِ امّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپؐ نے جو زہر آلود بکری کھائی تھی ہر سال اس کی تکلیف آپؐ کو ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا جو چیز مجھ کو پہنچتی ہے وہ میرے لیے اس وقت لکھی گئی تھی جب کہ آدمؑ مٹی میں تھے۔ (سنن ابنِ ماجہ)

○ امّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے مجھ کو سکھایا کہ میں مغرب کی اذان کے بعد یہ دعا مانگوں: اللّٰھم ھذا اقبال لیلك و ادبار نھارك و اصوات دعائك فاغفرلی (اے اللہ یہ وقت ہے تیری رات کے آنے کا اور تیرے دن کے واپس جانے کا اور تیرے پکارنے والوں کی آوازوں کا ہے، پس بخش دے مجھ کو)۔ (سنن ابوداؤد و بیہقی)

○ حضرتِ اُم سلمہؑ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ رسولؐ ظہر کی نماز میں بہت جلدی کرتے تھے تم لوگوں سے اور تم جلدی کرتے ہو عصر کی نماز میں آنحضرتؐ کی نمازِ عصر سے۔ (بخاری و مسلم)

○ حضرتِ امّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ہمارے ایک غلام کو دیکھا

جس کا نام افلح تھا۔ وہ جب سجدے میں جاتا تو پھونک مارتا تاکہ مٹی اس کی پیشانی وغیرہ کو نہ لگے۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا: اے افلح! خاک آلود کر اپنے منھ کو۔ (ترمذی)

○ حضرتِ امِّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسولؐ کو دو مہینے متواتر روزے رکھتے نہیں دیکھا مگر شعبان اور رمضان کہ اِن دونوں مہینوں کے مسلسل روزے آپؐ رکھتے تھے۔ (ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ)

○ حضرتِ امِّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے مجھ سے کہا کہ تم ہر مہینے تین دن کے روزے رکھا کرو اور ان روزوں کو پیر سے شروع کرو یا جمعرات سے۔ (ابوداؤد، نسائی)

○ حضرتِ امِّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسولؐ جب روزہ رکھتے تھے تو اکثر ہفتے اور اتوار کے دن رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں دن مشرکوں کے عہد کے دن ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اِن ایام میں ان کی خوشی کی مخالفت کروں۔ (مسند احمد بن حنبل)

○ حضرتِ امِّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا: جو عورت اِس حالت میں وفات پائے کہ اس کا شوہر اُس سے راضی ہو اور خوش ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی)

○ حضرتِ امِّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں اور میمونہ رسولؐ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ابنِ مکتوم (نابینا صحابی) آئے۔ رسولؐ نے ہم سے فرمایا کہ اِس سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ تو نابینا ہیں، ہم کو نہیں دیکھ سکتے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم بھی اندھی ہو کہ ان کو نہیں دیکھ سکتیں؟

(مسند احمد بن حنبل، ترمذی، سنن ابوداؤد)

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ میں ''وضع'' (ایک زیور کا نام ہے) پہنتی تھی سونے کا۔ میں نے ایک دن رسولؐ سے پوچھا کہ کیا یہ زیور بھی کنز ہے (جس کی وعید قرآن میں آئی ہے)؟ آپؐ نے فرمایا: اگر یہ اس مقدار کو پہنچ جائے جس پر زکوٰۃ واجب ہے اور اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے تو پھر یہ کنز نہیں ہے۔ (موطا مالک، سنن ابوداؤد)

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ میں نے نبیؐ سے کہا کہ اگر میں ابوسلمہؑ کے بیٹوں پر جو میرے بیٹے بھی ہیں خرچ کروں تو کیا مجھ کو ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا تو خرچ کر، اُن پر تجھ کو ثواب ملے گا اس کا جو خرچ کرے گی تو، اُن پر۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ نبیِ اکرمؐ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا، نماز کو اپنے اوپر لازم اور فرض سمجھو اور لونڈی تمھارے قبضے میں ہے ان کے حقوق ادا کرو۔ (بیہقی)

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مہدیؑ میری عترت میں سے ہوں گے یعنی اولادِ فاطمہؑ میں سے۔

(سنن ابوداؤد)

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ نبیِ اکرمؐ فجر کی نماز کے بعد کہا کرتے تھے ''اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم مانگتا ہوں اور عملِ مقبول اور پاک اور حلال رزق۔ (مسند احمد، سنن ابنِ ماجہ، بیہقی)

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ منافق محبت نہیں رکھتا علیؑ سے اور مومن علیؑ سے بغض وعداوت نہیں رکھتا۔

(مسند احمد بن حنبل، جامع ترمذی)

○ حضرتِ امّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جس نے علیؑ کو بُرا کہا اس نے مجھے بُرا کہا۔ (مسند احمد بن حنبل)

○ حضرتِ امّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ یا کسی قریب المرگ شخص کے پاس جاؤ تو اس کے سامنے بھلائی کا کلمہ زبان سے نکالو اس لیے کہ تم جو کہتے ہو فرشتے آمین کہتے ہیں۔

(صحیح مسلم)

○ حضرتِ امّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کو مصیبت پہنچے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس مصیبت پر یہ الفاظ کہے انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون تو اللہ اس سے بہتر چیز اس کو عطا فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم)

○ حضرتِ امّ سلمہؑ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کا چہرہ زرد تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس پر دعا پڑھواؤ، اِس کو نظر لگی ہے۔*

---

* یہ تمام احادیث ہم نے نیر ندیم کی کتاب حضرتِ امّ سلمہؑ سے لیں ہیں اور انھوں نے کتبِ احادیث سے ان کو نقل کیا ہے۔ نیچے دیے گئے حوالے کتاب میں اسی طرح موجود ہیں جیسے یہاں دیے گئے ہیں۔ (مصنف)

احادیثِ فضائلِ اہلِ بیتؑ میں چند اور پیشین گوئیاں

حدیثِ غدیر اور حدیثِ ثقلین

○ حضرتِ امِ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے روزِ خم غدیر علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور اتنا بلند کیا کہ ہم نے آپؐ کی بغل کی سفیدی کو دیکھ لیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا "میں جس کا سردار ہوں اس کے علیؑ سردار ہیں"، پھر فرمایا تھا "اے لوگو! میں تم میں دو نفد چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں بطورِ قائم مقام (ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسری) میری عترت۔ یہ دونوں اس وقت تک جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد نہ ہوں۔ (صواعقِ محرقہ)

علیؑ کو منافق دوست نہیں رکھے گا اور مومن علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا

○ حضرتِ امِ سلمہؑ کہتی ہیں کہ میں نے رسولؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ منافق علیؑ کو دوست نہیں رکھے گا اور مومن علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا۔
(جامع ترمذی، مسند احمد بن حنبل)

جس نے علیؑ کو گالیاں دیں اس نے مجھے گالیاں دیں

○ حضرتِ امِ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا "جس نے علیؑ کو گالیاں دیں اس نے مجھے گالیاں دیں"۔ (مسند احمد بن حنبل)

علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا مجھ سے کہ اے امِّ سلمہؑ سنو اور گواہ رہو یہ علیؑ میرے علم کا ظرف اور دروازہ ہیں جہاں سے داخل ہونا ہے، دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں اور میرے ساتھ (بہشت کے) بلند حصے میں قیام پذیر ہوں گے۔ (ینابیع المودّت)

علیؑ مجھ سے ہیں، میں علیؑ سے ہوں

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے امِّ سلمہؑ! علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ اس کا گوشت میرا گوشت، اِس کا خون میرا خون ہے۔ اس کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو موسیٰؑ کو ہارون سے تھی۔ اے امِّ سلمہؑ سنو! اور گواہ رہو یہ علیؑ مسلمانوں کے سردار ہیں۔
(ینابیع المودّت)

علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔ (جمع الفوائد)

حدیثِ کساء

○ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ نبیِ کریمؐ نے امامِ حسنؑ، امامِ حسینؑ، حضرتِ علیؑ اور حضرتِ فاطمہؑ کو چادر میں جمع کر کے فرمایا، اے اللہ یہ میرے

اہلِ بیتؑ اور میرے خاص افراد ہیں۔ ان سے ناپاک چیز کو دور رکھ اور ان کو کما حقہٗ پاک و پاکیزہ بنا۔ امِّ سلمہؑ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ میں ان حضرات کے ساتھ شامل ہو جاؤں؟ رسول اللہ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر ٹھہری رہو اور تیری بازگشت بھلائی پر ہے۔

(صحیح مسلم، جامع ترمذی، بیہقی، مستدرک حاکم، مسند احمد بن حنبل)

فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فتحِ مکہ کے سال جنابِ فاطمہؑ کو بلایا اور آپؑ سے کچھ راز کی باتیں کیں۔ آپ سن کر رو پڑیں۔ پھر رسولؐ نے آپ سے کوئی بات بیان کی، آپ ہنس پڑیں۔ رسولؐ کے انتقال کے بعد میں نے جنابِ فاطمہؑ سے ہنسنے کا سبب دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے اپنی موت کے متعلق بیان فرمایا تھا میں رو پڑی، پھر مجھے کہا کہ میں مریم بنتِ عمران کے سوا باقی تمام جنت کی عورتوں کی سردار ہوں میں ہنس پڑی۔ (مناقب بن شہر آشوب، ینابیع المودّت)

علیؑ ناکثین و قاسطین و مارقین کے قتل کرنے والے ہیں

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ ناکثین، قاسطین اور مارقین سے میرے بعد جہاد کریں گے۔

ناکثین: بیعت توڑنے والے اصحابِ جمل ہیں۔

قاسطین: انصاف سے تجاوز کرنے والے یعنی شام والے۔ (معاویہ)

مارقین: نکل جانے والے، یہ لوگ خارجی ہیں۔

(ینابیع المودّت)

خدا علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اگر خدا علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔ (ینابیع المودّت)

قاتلانِ حسینؑ پر لعنت کرنا

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ کو فرماتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جب امامِ حسینؑ کی شہادت کی خبر (مدینے میں) پہنچی تو فرمایا: اے اللہ حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت کر۔ جن لوگوں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے خدا ان کو قتل کرے اور ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ (ذخائر العقبیٰ)

جس نے مجھے دوست رکھا اس نے علیؑ کو دوست رکھا

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دوست رکھا اس نے علیؑ کو دوست رکھا، جس نے علیؑ سے عناد رکھا اس نے مجھ سے عناد رکھا اور جس نے مجھ سے عناد رکھا اس نے اللہ سے عناد رکھا۔

(مناقب بن شہر آشوب)

خاکِ کربلا

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا اے امِّ سلمہؑ! جب یہ مٹی (جو میں نے تمھیں دی ہے) خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔ امِّ سلمہؑ نے کہا کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں رکھ دیا تھا۔ میں نے اس کو دیکھا اس دن جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تھے تو وہ خون

ہو گئی تھی۔ (مسند احمد بن حنبل)

مہدیؑ آخر الزماں اولادِ فاطمہؑ سے ہوگا

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ میری اولاد سے ہوگا۔
(سنن ابوداؤد، صحیح بخاری)

فاطمہؑ کا نکاح جبرئیلؑ نے پڑھایا ہے

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ حضرتِ فاطمہؑ زنانِ عرب سے فخر یہ کہا کرتی تھیں کہ میں وہ ہوں جس کا نکاح جبرئیلؑ نے پڑھایا ہے۔
(مناقب بن شہر آشوب)

○ حضرتِ امِّ سلمہؑ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف واقع ہوگا، مدینے والوں میں سے ایک آدمی بھاگ کر مکے چلا جائے گا، مکے والے لوگ آ کر اس کو نکال دیں گے۔ وہ اس بات کو مکروہ تصور کرے گا۔ لوگ رکن اور مقام کے پاس آ کر اس کی بیعت کریں گے۔ ایک گروہ شام کی طرف سے آپؐ کے پاس روانہ ہوگا۔ وہ مدینے کے درمیان ویرانے میں زمین میں دھنس جائے گا۔ جب لوگ یہ بات ملاحظہ کریں گے تو آپ کے پاس شام کے ابدال اور عراق کے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ کی بیعت کریں گے۔ وہ لوگوں میں ان کے نبی کی سنت کے مطابق عمل کرے گا، روئے زمین پر اسلام کو پیش کرے گا۔ سات سال رہے گا، پھر انتقال کرے گا اور مسلمان آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔
(سنن ابوداؤد)

علیؑ اور ان کے شیعہ کامیاب ہیں

○ امِّ سلمہؓ سے حضرتِ علیؑ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علیؑ اور ان کے شیعہ حقیقتاً کامیاب ہیں۔ (میزان الحکمت)

عمار یاسرؓ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا

○ امِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے خندق کے روز رسولؐ کا یہ فرمانا نہ بھولے گا کہ جب آپؐ مٹی اٹھا رہے تھے (اور دعا فرما رہے تھے کہ) اے خداوندا! اخیر تو آخرت کا خیر ہے۔ خداوندا! انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ اتنے میں عمار یاسرؓ کو دیکھا اور فرمایا کہ افسوس عمارؓ پر کہ اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔*
(مسند احمد بن حنبل جلد ۶)

مدینے کے حالات

○ عبید اللہ سے روایت ہے کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبد اللہ بن صفوان حضرتِ امِّ سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ امِّ سلمہؓ سے اس لشکر کے بارے میں پوچھا گیا جو دھنس جائے گا یہ زمانہ

---

* یاد رہے کہ عمار یاسرؓ کو معاویہ نے قتل کروایا تھا اور یہاں باغی گروہ سے مراد گروہِ معاویہ ہے جو جنگِ صفین میں حضرتِ علیؑ کے ساتھ صف آرا ہوا۔ یہاں ایک واقعہ یاد آ رہا ہے وہ یہ کہ ایک دن معاویہ کے دربار میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے عمار یاسرؓ کی موت کا ذکر کر رہے تھے اور رسولؐ کے یہ الفاظ یاد دلا رہے تھے کہ ”عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔“ معاویہ اور اس کے وزیر عمرو بن العاص سٹپٹائے۔ کچھ جواب نہ بن پڑا تو معاویہ نے کہا کہ ہم نے عمارؓ کو قتل نہیں کیا بلکہ جو (علیؑ) ان کو لڑانے کے لیے لایا تھا اس نے عمارؓ کو قتل کرایا ہے۔ جب یہ واقعہ حضرتِ علیؑ کے سامنے بیان کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا ”کیا حمزہؓ کو رسولؐ نے قتل کیا ہے؟“ (”عمار بن یاسرؓ“ سید حیدر رضا مدلقا)

ابنِ زبیر کا تھا۔* امِّ سلمہؑ نے عرض کیا کہ میں نے رسولِ اکرمؐ سے سنا ہے کہ پناہ لینے والا سنگِ اسود سے پناہ لے گا۔ اس وقت خدا ایک لشکر بھیجے گا اور جب میدان میں پہنچے گا تو دھنس جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ جو زبردستی اس لشکر کے ساتھ لائے گئے ہوں گے ان کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا وہ بھی دھنس جائے گا مگر قیامت میں اپنی اپنی نیتوں سے مبعوث ہوں گے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرتِ امامِ محمد باقرؑ سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ میدان مدینہ ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۶)

امت کے گناہوں کا عذاب

○ امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ جب گناہ میری امت میں پھیل جائیں گے تو خدا اپنا عذاب عام کردے گا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیا اِن میں نیک بندے نہ ہوں گے؟ فرمایا ہوں گے۔ میں نے عرض کیا پھر ان کا کیا حال ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا جو سب پر گزرے گی البتہ بعد میں مغفور ہوں گے۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۶)

بنواُمیہ

○ امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ عنقریب تم میں کچھ امیر ہوں گے اور تم ان کو جانتے بھی ہو اور ان سے انکار بھی کرو گے۔ جس نے انکار کیا وہ بری ہے اور جس نے کراہت کی وہ سالم رہا لیکن غضب تو ان پر ہے جو ان سے راضی رہا اور ان کی فرماں برداری بھی کی۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ تو کیا

* ابنِ زبیر کا زمانہ ۶۳ھ کا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ امِّ سلمہؑ ۶۳ھ تک زندہ تھیں۔

ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ فرمایا جس وقت تک پانچوں وقت تمھارے ساتھ نماز پڑھتے رہیں جنگ نہ کرو۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۶)

خاکِ کربلا

○ اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز حضورؐ نے فرمایا اے اُمِّ سلمہؓ آج مجھ پر وہ ملک نازل ہوا جو کبھی نازل نہ ہوا تھا اور اس نے مجھے خبر دی کہ تمھارا فرزند حسینؑ شہید کیا جائے گا۔ اگر تم کہو تو وہ خاک بھی دکھا دوں جس پر حسینؑ قتل ہوگا۔ پھر آپؐ نے ایک سرخ رنگ کی خاک نکال کر دی۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد ۶)

پنجتنؑ تمام مخلوق سے افضل ہیں

○ ابو ریاح اُمِّ سلمہؓ کے غلام اُمِّ سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ روئے زمین پر ایسے بندوں کو جانتا جو علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ سے افضل اور بہتر ہوں تو ضرور مجھے حکم دیتا کہ میں ان کو ہمراہ لے کر (نصاریٰ سے) مقابلہ کروں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ انھی چاروں کو کہ یہی چاروں تمام مخلوق سے افضل ہیں اپنے ساتھ لے کر مقابلہ کرو۔ پس میں ان کے سبب سے نصاریٰ پر غالب ہوا۔ (ذخائر العقبیٰ)

فرشتے ذکرِ محمدؐ وآلِ محمدؐ میں تشریف لاتے ہیں

○ اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جب لوگ فضائلِ محمدؐ وآلِ محمدؐ کا ذکر کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور اس ذکر میں ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ جب فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں تو وہ

فرشتے آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ تب اور فرشتے ان فرشتوں سے کہتے ہیں کہ ہم تم سے ایسے خوشبو سونگھتے ہیں کہ اس سے پاکیزہ تر خوشبو ہم نے کبھی نہیں سونگھی۔ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کے پاس جمع تھے جو ذکرِ محمدؐ و آلِ محمدؑ کر رہے تھے۔ پس اُن کی بوئے خوش سے ہم معطر ہوگئے۔ یہ بات سن کر فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ہم کو بھی وہاں لے چلو، پھر فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ لوگ وہاں سے چلے گئے، تب وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم کو اس مکان میں لے چلو جہاں وہ لوگ موجود تھے (اور ذکرِ محمدؐ و آلِ محمدؑ کرتے تھے)۔ (ذخائر العقبیٰ)

تسبیحِ فاطمۃ الزہراؑ

○ جناب امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ جنابِ فاطمہؑ حضورِ اکرمؐ کے یہاں گھر بار کے کام کاج کی تکلیف سے شکایت کرنے لگیں کہ میرے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ کبھی میں پیستی ہوں اور کبھی گوندتی ہوں، مجھے ایک خادمہ عطا فرمائیں۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمھارے مقسوم میں کیا ہے وہ تمھارے پاس پہنچتا رہے گا۔ میں تم کو ایک نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہوں کہ جب تم سونے لگو اس کو پڑھ لیا کرو تینتیس دفعہ سبحان اللہ اور الحمدللہ اور چونتیس دفعہ اللہ اکبر یہ تمھارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(ارجح المطالب)

ائمہ طاہرینؑ نور ہیں

○ حضرت امِّ سلمہؑ فرماتی ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میں علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور اس کی نسل سے ہونے والے ہم نو امامؑ معصوم اور نور ہیں۔

(عمدۃ المطالب)

اللّٰھم صلّ علٰی محمّد و آل محمّد

یہ کتاب محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فضل و کرم سے آج بتاریخ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۲۰۰۳ء بروزِ شنبہ ختم ہوئی ہے۔ دعا ہے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے کہ وہ اِس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں اور اِس کتاب کو یہ توفیق عطا فرمائیں کہ لوگ اِس کو پسند کریں اور اِس سے فیض یاب ہوں۔

احقر و حقیر
سیّد ارتضٰی عباس نقوی

میر مستحسن خلیق کا مرثیہ

"صغرا نے خبر پائی مرا نامہ بر آیا"

یہ مرثیہ میر مستحسن خلیق کا ہے جو میر انیس کے والدِ محترم تھے۔ یہ مرثیہ غیر مطبوعہ ہے اب کہ پہلی مرتبہ مرثیہ فاؤنڈیشن سے شائع ہوا ہے جسے ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری (لکھنؤ) نے مرتب کیا ہے۔ یہ مرثیہ مکتوبہ ۱۹/ جمادی الاول ۱۲۲۷ھ، ۱۸۱۲ء کا ہے اور ۲۵ بند پر مشتمل ہے۔ اس مرثیے میں جناب صغراؑ اور اُمِ سلمہؑ کی پوری روایت نظم ہے لہٰذا پورا مرثیہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱)

صغراؑ نے خبر پائی مرا نامہ بر آیا بولی کہ وہ کس جا ہے، کہاں ہے، کدھر آیا
پردیسیوں کی کیا مرے لے کر خبر آیا کیا وجہ جو قاصد نہ مری ڈیوڑھی پر آیا
خط لے گیا تھا مجھ سے وہ مجھ خستہ جگر کا
لا کر نہ دیا کیوں مجھے مکتوب پدر کا

(۲)

یہ تو کہوں کیونکر کہ مری عرضی کو پڑھ کر چپ ہو رہے ہوویں گے یہ آتا نہیں باور
روتے گئے تھے وہ مری تنہائی کے اوپر بابا نے مجھے نامہ لکھا ہوگا مقرر
اس شرم کے مارے نہیں گزرا وہ ادھر سے
خط گر گیا شاید مرا قاصد کی کمر سے

(۳)

اس خط کے میں صدقے گئی ایسا نہ ہوا ہو بابا کا نوشتہ کہیں کھویا نہ گیا ہو
کیا جانیے کیا کیا مجھے اس خط میں لکھا ہو یہ کیا کیا قاصد نے تسلی مجھے کیا ہو
پہنچایا نہ خط حضرتِ شبیرؑ کا لکھا
وہ کیا کرے یہ ہے مری تقدیر کا لکھا

(۴)

جس روز سے خط دے کے اسے بھیجا تھا میں نے　　اس روز سے دن گنتی تھی میں آنے کے اس کے
رستے کی طرف تکتی تھی میں روزنِ در سے　　تا خط لیے بابا کا وہ قاصد مرا پہنچے
پردیسی کا خط جو کہ لگے ہات بہت ہے
مایوس کو تو نصف ملاقات بہت ہے

(۵)

یہ کہہ کے لگی نانی سے یوں کہنے وہ دکھیا　　سنتی ہوں کہ قاصد ہے کوئی کوفے سے آیا
کھلتی نہیں کچھ بات یہ ہے خلق میں چرچا　　مجھ کو یہ تصور ہے وہ قاصد نہ ہو میرا
در سے لگی اس واسطے چوکھٹ پہ کھڑی ہوں
خط دینے کو آجائے دعا مانگ رہی ہوں

(۶)

اور ہوگی نہ بابا کو یہ خط لکھنے کی فرصت　　کچھ اس سے زبانی ہی کہی ہوگی جو حالت
بے چینی ہے اس وقت مرے دل کو بشدت　　بھڑکے ہے جگر بیچ مرے آتشِ فرقت
بلوا اسے بھیجوں کسی کی منتیں کر کے
پیغام زبانی مجھے دے جائے پدر کے

(۷)

کہہ جائے جو کچھ بابا نے فرمایا ہو مجھ کو　　تدبیر بتا جائے جو بلوایا ہو مجھ کو
سمجھائے جو کچھ بابا نے سمجھایا ہو مجھ کو　　ماں نے جو سندیسا کوئی بھجوایا ہو مجھ کو
کہہ جائے کہ وہ باتیں جو قاصد سے سنوں گی
اجرت میں اسے اپنی میں یہ بالیاں دوں گی

(۸)

بابا کا مرے حال کہے مجھ سے مفصل　کچھ رنگ تو دیکھا نہیں ان کا ہے مبدل
خیمہ کسی بستی میں ہے یا کوئی ہے جنگل　جو مجملہ تھا کوفیوں سے کچھ ہوا فیصل
کچھ لوگ اطاعت میں ہیں فرزندِ نبیؐ کے
یا دشمنِ جاں ہو گئے حیدرؓ کے وصی کے

(۹)

عباسؑ چچا جان کی پوچھوں خبر اس سے　قاسمؑ کی زبانی مجھے پیغام تو کچھ دے
کس شغل میں بیٹھے تھے پھوپھی جان کے بیٹے　باتیں علی اصغرؑ کی کرے سامنے میرے
بابا جی سواری مجھے بھجوائیں گے کب تک
اکبر علیؑ لینے کو مرے آئیں گے کب تک

(۱۰)

سجادؑ کا تو حال سنا دے مجھے سارا　ہے اچھی طرح سے تو وہ بھائی مرا پیارا
کبرٰیؑ کی جدائی سے ہے دل میرا دو پارا　مجھ کو تو سکینہؑ کے بچھڑنے نے ہے مارا
بہنوں کی خبر اپنی اگر پاؤں گی نانی
اچھی ابھی سنتے ہی میں ہو جاؤں گی نانی

(۱۱)

نانی یہ سن فاطمہ صغرٰا کو سنایا　قاصد ہے اگر لشکرِ شبیرؑ سے آیا
خوش ہونے کا وقت اور یہ دن حق نے دکھایا　اے بیٹی، مقرر ترا خط ہووے گا لایا
اور خط بھی نہ شبیرؑ نے گر تجھ کو لکھا ہے
تو جان کہ اکبرؑ تجھے لینے کو چلا ہے

(۱۲)

یہ بات جو نانی نے سنی شاد ہو بولی ہاں نانی جی، یہ بات مرے دل کو ہے لگتی
اس منہ کے میں قربان مرا شاد ہوا جی میرے دلِ بے تاب کو دی تم نے تسلی
خط بھیجا نہ تو باباجی اغلب کہ بلا دیں
بھائی علی اکبرؑ ہی جواب آ دیں تو لا دیں

(۱۳)

یہ کہتی تھی جو مادرِ عباسؑ نے آ کر یوں مادرِ سلمہؑ سے کہا بادلِ مضطر
سنتی ہوں میں کوفے سے حاکم کے در اوپر آیا ہے کوئی، لوگ چلے جاتے ہیں ادھر
جا میں بھی خیر پوچھتی ہوں سبطِ نبیؐ کی
ہے چھاؤنی کس بن میں حسینؑ ابنِ علیؑ کی

(۱۴)

دروازے پر جا آتی جسے دیکھ وہ پاتی پاس اپنے دعائیں اسے دے دے کے بلاتی
وہ پوچھتا کیا ہے تو یہ بھی اس کی سناتی کوئی بی بی چادر پوش بھی ہے راہ میں آتی
قاصد کے کنے بھیجا تھا بابا کی خبر کو
کیا ہو گیا جو وہ پھرے اب تک نہیں گھر کو

(۱۵)

اے صاحبو، گر دیکھ مری دادی کو پاؤ کہہ دیجیو جلدی سے ذرا پاؤں اٹھاؤ
صغراؑ کو خبر خط کی شتابی سے سناؤ دروازے پہ وہ راہ کھڑی تکتی ہے، جاؤ
اب دیر لگی ٹک بھی تو گھبرائے گی صغراؑ
بے تاب ہو پردے سے نکل آئے گی صغراؑ

(۱۶)

ہمسایوں سے پھر سے کہا آواز یہ دے کر   اے لوگو، خدا کے لیے ٹک آئیو ادھر
لو جلد خبر میری، قلق ہے مرے دل پر   عرصہ ہوا دادی مری عباس کی مادر
قاصد سے خبر پوچھنے بابا کی گئی تھی
آتی نہیں، بے چین نہایت ہے مرا جی

(۱۷)

نانی سے کبھی کہتی کہ اب کیا کروں نانی   دم گھٹنے لگا ہے مرا پھرتی ہوں دوانی
اب ہوتا ہے بے پردہ مرا دردِ نہانی   آنکھیں مری کرنے لگی ہیں اشک فشانی
دادی تو خبر پوچھ کے آئیں تو ادھر کو
اب جان مری جاتی ہے بابا کی خبر کو

(۱۸)

میں مر گئی بابا کی خبر آئی تو پھر کیا   اب آئے تو خط پڑھ کے میں خوش ہوتی ہوں دیکھا
ہے دھیان یہی دیکھیے اب سنتی ہوں میں کیا   تشویش سے ہے کانپتا سینے میں کلیجا
رستے پہ کبھی دھیان، کبھی در پہ نظر ہے
دن سال ہوا مجھ کو، گھڑی ایک پہر ہے

(۱۹)

نانی سے یہ کہتی تھی وہ رنجور بصد یاس   جو لڑکیوں نے آکے کہا فاطمہؑ کے پاس
لے رو نہ تو، آتی ہے چلی مادرِ عباسؑ   یہ سن کے لگی دیکھنے وہ بے کس و بے آس
کیا دیکھے کہ سر پیٹتی اور خاک اڑاتی
دروازے سے عباسؑ کی ماں ہے چلی آتی

(۲۰)

صغرؑا کے تو ہوش اڑ گئے اور کانپ اٹھے اعضا سمجھی کہ یتیمی کا ہے پیغام اب آیا
رو رو لگی کہنے ، کہو دادی ہوا کیا کیا سن کے خبر آئی جو رونا ہے یہ کیسا
وہ بولی کہ بابا ترا مارا گیا صغرؑا
مظلوم کا سر تن سے اتارا گیا صغرؑا

(۲۱)

جیتا ہے نہ قاسمؑ ، نہ تو عباسؑ ، نہ اکبرؑ نے ننھا سا بھائی ترا پیارا علی اصغرؑ
ہمراہ شہیدوں کے غرض قافلہ لے کر ابا ترا جنت کو گیا اے مری دلبر
سر نیزے چڑھا ، خاک پہ تن خون میں تر ہے
مظلوم پدر کی ترے ، بیٹی یہ خبر ہے

(۲۲)

صغرؑا نے یہ سنتے ہی کہا ، مر گئے بابا مجھ بن گئے جنت کو یہ کیا کر گئے بابا
اب ڈھونڈنے جاؤں کہاں ، کدھر گئے بابا کوثر پہ پیاسا لیے لشکر گئے بابا
خط بھیجنے کی کس کی میں امید رکھوں گی
اکبرؑ تو موئے ، منتظر اب کس کی رہوں گی

(۲۳)

اب کس سے میں لشکر کی خبر پوچھوں گی ہے ہے قاصد کہاں سے اب بھیجنے کو ڈھونڈوں گی ہے ہے
کس کو گلہ آمیز میں خط لکھوں گی ہے ہے آنے کی دعا کس کی میں اب مانگوں گی ہے ہے
واں ہوتی تو سب دیکھتی حالات پدر کی
اب حشر کے اوپر ہے ملاقات پدر کی

(۲۴)

اے لوگو، گیا خلق سے بیکس مرا بابا　تدبیر بتاؤ، کہو، اب کیا کرے صغرٰا
منہ دیکھتی رہتی تھی میں ہر آن پدر کا　سو آخری دیدار بھی افسوس نہ دیکھا

جب پیاسا گلا کٹنے لگا ہوئے گا ہے ہے
بابا نے مجھے یاد کیا ہوئے گا ہے ہے

(۲۵)

یہ بین جو رو رو کے لگی کرنے وہ دکھیا　رقت ہوئی ایسی کہ قیامت ہوئی برپا
صغرٰا جو اٹھی پیٹنے لے نام پدر کا　سب سینہ زنی کرنے لگے باندھ کے حلقا

کس طرح خلیقؔ آگے بیاں آہ کروں میں
یہ غم نہیں ایسا جسے کوتاہ کروں میں

خلیقؔ کا ایک مرثیہ "جب چھوڑ وطن کو نے کو جانے لگے شبیرؑ"، جس کا مقطع یہ ہے:

اس بین سے صغرٰا کے قیامت ہوئی برپا　عباسؑ کی ماں روتی تھی منہ پر لیے پلا
امِّ سلمہؑ پیٹتی تھی رو کے سر اپنا　ہمسائیاں چلاتی تھیں سب ہائے حسینا

اب کر نہ خلیقؔ آگے بیانِ غمِ شبیرؑ
تھا کون سا گھر جس میں نہ تھا ماتمِ شبیرؑ

مرزا دبیر کا مرثیہ

''حضرت کو ہوا ماہِ محرم جو سفر میں''

ماخوذ از مرثیہ ہائے مرزا دبیر
جلدِ دوم، مطبع منشی نولکشور
بارِ پنجم، جنوری ۱۹۰۳ء، شوال ۱۳۲۰ھ

(۱)

حضرت کو ہوا ماہِ محرم جو سفر میں اک داغ پڑا اور بھی صغراؑ کے جگر میں
نانی سے کہا مرتی ہوں دوریِ پدر میں عاشور کی بھی عید نہ ہوگی مرے گھر میں
کیا جانتی تھی ایسے بچھڑ جائیں گے بابا
وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ پھر آئیں گے بابا

(۲)

کیوں نانی رجب تھا کہ سدھارے تھے سفر کو پورے چھ مہینے ہوئے دوریِ پدر کو
حج کر کے پھرے اہلِ وطن خیر سے گھر کو پر قبلہ و کعبہ گئے کعبے سے کدھر کو
زہراؑ کا قمر سوئے مدینہ نہیں آیا
اس چاند کی رویت کا مہینہ نہیں آیا

(۳)

پیدا ہوئے اصغرؑ تو پیغامِ اجل آیا افسوس کہ جھولے میں بہن نے نہ جھلایا
بھیا کو نہ جی بھر کے گلے سے بھی لگایا بچھڑے تو کبھی خواب میں بھی منہ نہ دکھایا
داخل شہ دیں اب بھی نہ گھر میں ہوئے نانی
اصغرؑ چھ مہینے کے سفر میں ہوئے نانی

(۴)

یہ تو ہے عنایتِ خداوندِ تعالیٰ پیدا کیا اس گھر میں جو ہے عرش سے بالا
پر فاقہ کشی میں مجھے ماں باپ نے پالا اب ہوش سنبھالا تو چھُٹے سیدِ والا

دن زیست کے باقی ہیں سو رو رو کے بھروں گی
مرتے ہوئے دنیا کو میں کیا یاد کروں گی

(۵)

اب میں نہیں غم کھاتی ہوں، کھاتا ہے مجھے غم یہ تپ مری رگ رگ کا لہو پیتی ہے ہر دم
منھ زرد ہے، لب خشک ہے، جی سست، کمر خم یہ حال ہے اور شوقِ جنابِ شہِؑ عالم

پروا نہ بدن کی ہے نہ دل کی، نہ جگر کی
آنکھیں رہیں باقی کہ زیارت ہو پدر کی

(۶)

اب ہوش ہے کھانے کا نہ پانی، نہ دوا یاد دن رات کی تنہائی میں آتا ہے خدا یاد
بھولے سے بھی کنبے نے نہ اک روز کیا یاد میں اُن کو فراموش ہوں، وہ مجھ کو سدا یاد

شب کون سی آئی کہ میں سونا نہیں بھولی
پر یاد میں ماں باپ کے رونا نہیں بھولی

(۷)

نانی نے دلاسا دیا لے لے کے بلائیں واری گئی جیتے رہیں وہ چاہیں جب آئیں
پرزہ کوئی لکھ بھیجیں، تمھیں بھی نہ بلائیں لُو چلتی ہے ان روزوں میں تشریف نہ لائیں

اغلب ہے کہ اس دھوپ میں آرام لیا ہو
اللہ کرے خیمہ ترائی میں کیا ہو

(۸)

گرمی سے کنویں خشک ہوئے جاتے ہیں جانی   پوچھے کوئی پردیسیوں سے تشنہ دہانی
وہ بولی، میں ڈرتی ہوں یہ کہتے ہوئے نانی   جھیلوں کا نہ سوکھا ہو کہیں راہ میں پانی

فاقے کو جو پوچھو تو یہ ارثِ شہِؐ دیں ہے
بابا کو مرے پیاس کی برداشت نہیں ہے

(۹)

بابا پہ کٹے خیر سے یا رب یہ مہینہ   یہ غُرّے سے ہر وقت پھٹا جاتا ہے سینہ
بابا سے مرے کوفیوں کے دل میں ہے کینہ   حضرت سے لڑائی کا کہیں ہو نہ قرینہ

کوفے کی طرف سے جو ہوا آتی ہے نانی
سب کنبے کے رونے کی صدا آتی ہے نانی

(۱۰)

نانی نے کہا، خیر ہے، کیا کہتی ہو ہیہات   جز بدشگنی اور نہیں منہ سے کوئی بات
اب کون ہے باقی کہ جسے روئیں گے سادات   ہے پنجتنِ پاکؑ میں شبیرؑ کی اک ذات

ہم سب کا سوا اس کے سہارا نہیں کوئی
اللہ کا بندہ ہے، ہمارا نہیں کوئی

(۱۱)

مسلمؑ سے تو پیش آئے ہیں کوفی بہ محبت   سنتی ہوں بڑی دھوم سے کی ان کی ضیافت
بی بی کا پدر ہے پسرِ ختمِ رسالت   پھر جائیں جو اُن سے تو یہ ہم لوگوں کی قسمت

ہیں اور وہ دن جن میں کہ رن پڑتے ہیں صغراؑ
کافر بھی محرم میں نہیں لڑتے ہیں صغراؑ

(۱۲)

کیسا متبرّک یہ مہینہ ہے بلاؤں وہ بولی کہ اب کی متبرّک ہو تو جانوں
سنیو کہ اسی چاند میں کس کس کا بہا خوں کس حال سے یثرب کو پھری زینبؑ خاتوں
اب خیر سے حضرت کو دعا لائے تو لائے
جیتا مرے بابا کو خدا لائے تو لائے

(۱۳)

ناگاہ مدینے میں قیامت کی شب آئی گزرا جو نواں روز شہادت کی شب آئی
صغراؑ کے لیے سخت ہلاکت کی شب آئی نانی کو پکاری کہ کس آفت کی شب آئی
بے نور ستارے بھی ہیں اور چرخِ بریں بھی
اب تو در و دیوار بھی ہلتے ہیں، زمیں بھی

(۱۴)

عباسؑ چچا جان کی ماں کو بھی بلا لو اللہ، نواسی کے کلیجے کو سنبھالو
اس رات سے میں ڈرتی ہوں، چھاتی سے لگالو قرآن مرے پڑھنے کا ہاتھوں پہ اٹھا لو
مر جاؤں گی اس شب کے اندھیرے سے دہل کر
روضے میں نبیؐ کے رہو اس رات کو چل کر

(۱۵)

کیا جانے مسافر مرے اس وقت کہاں ہیں اترے ہیں کہیں یا اس اندھیرے میں رواں ہیں
پانی بھی ملا ہے انھیں یا تشنہ دہاں ہیں اللہ غریبوں کا نگہباں وہ جہاں ہیں
روشن رہیں دنیا میں چراغ آلِ عبا کے
دل میرا بجھا جاتا ہے جھونکوں سے ہوا کے

(۱۶)

جو اپنے تھے وہ ہو گئے جیتے جی پرائے ڈیوڑھی پہ کھڑی رہتی ہوں میں آس لگائے
ماں باپ نے تو خیر مرے پیار بھلائے یہ دیکھیے بھیا علی اکبرؑ بھی نہ آئے
تن شمعِ صفت جلتا ہے اور بدمزگی ہے
لَو بھائی کے ملنے کی مگر دل سے لگی ہے

(۱۷)

کیوں آج پرندے نہیں لیتے ہیں بسیرا ان طائروں کے اُڑنے سے ہوش اُڑتا ہے میرا
کیا اُن کے سلیمان کو دشمن نے ہے گھیرا دیکھوں مجھے دکھلاتا ہے کیا کل یہ اندھیرا
بالکل غضب و قہرِ الٰہی کی گھڑی ہے
کیا جانیے کس گھر پہ تباہی یہ پڑی ہے

(۱۸)

صغراؑ کو قریب آن کے نانی نے سنبھالا پر اُس کے تڑپنے سے زمیں تھی تہ و بالا
اتنے میں ہوا صبحِ شہادت کا اجالا صغراؑ نے پڑھا فرضِ خداوندِ تعالیٰ
پھر سامنے آنکھوں کے امامِ دو جہاں تھے
تسبیح تو تھی ہاتھ میں اور اشک رواں تھے

(۱۹)

نانی سے کہا، آتی ہے کس گھر پہ تباہی لو دن کی سفیدی میں بھی ہے شب کی سیاہی
پردیس میں بابا ہیں جو مرضیِ الٰہی اس وقت مرا دل یہی دیتا ہے گواہی
خاک اُڑتی ہے، مسند شہِؑ والا کی بڑھی ہے
حضرت نے نماز آج غریبی سے پڑھی ہے

(۲۰)

اس دم کوئی برچھی ہے مرے دل پہ لگاتا　　گویا ہے کلیجا کوئی میرا لیے جاتا
کوئی مرے سینے کو ہے آتش سے جلاتا　　اس دم مری آنکھوں سے نہیں کچھ نظر آتا
لذت مرے جینے کی لیے جاتا ہے کوئی
بے تیغ مجھے ذبح کیے جاتا ہے کوئی

(۲۱)

اے صبح ، سفیدی تری دیتی ہے گواہی　　اک دم میں نظر آئے گی ہر سمت سیاہی
اب آگ ہے اور مسندِ محبوبِ الٰہی　　اب آج وہ کشتی ہے مری اور تباہی
اب تیغ ہے اور حلقِ شہؑ جن و بشر ہے
اب داغ ہے شبیرؑ کا اور میرا جگر ہے

(۲۲)

اس صبح کی آمد کا کہوں حال میں کیونکر　　جس سے سحرِ حشر پنہ مانگے دہل کر
جس وقت نظر جا پڑی آثارِ سحر پر　　شبیرؑ سے بے آس ہوئی آلِ پیمبرؐ
اس وقت میں جس نے رخِ شبیرؑ کو دیکھا
حلقوم پہ چلتے ہوئے شمشیر کو دیکھا

(۲۳)

غل ہے کہ بہن آؤ ، بہن آؤ ، بہن آؤ　　بھائی کا کفن لاؤ ، کفن لاؤ ، کفن لاؤ
سوئی ہے ابھی رو کے سکینہؑ ، کوئی چونکاؤ　　کہتی ہیں پھوپھی جان مجھے ساتھ لیے جاؤ
زینبؑ کا یہاں کون بجز شاہِ ہدا ہے
بابا مرے کہتے ہیں نہ گھبراؤ ، خدا ہے

(۲۴)

تدبیر کوئی پیش نہ جائے تو کروں کیا　　تقدیر جو تم سب سے چھڑائے تو کروں کیا
مرنے کے سوا کچھ نہ بن آئے تو کروں کیا　　بے وجہ زمانہ جو ستائے تو کروں کیا
اُمت کے ستم خلد میں نانا سے کہیں گے
خیر اب وہی دنیا میں رہیں، ہم نہ رہیں گے

(۲۵)

باہر کبھی آتے ہیں، کبھی جاتے ہیں اکبرؑ　　نو لاکھ جوانوں کی خبر لاتے ہیں اکبرؑ
زینب، کو جو بیہوش بہت پاتے ہیں اکبرؑ　　اماں کو الگ بیٹھ کے سمجھاتے ہیں اکبرؑ
ہوتا ہے جوان لال جدا، مرتی ہیں اماں
حق دودھ کا بھیا کو بحل کرتی ہیں اماں

(۲۶)

امِّ سلمہؑ سکتے میں تھیں سن کے یہ گفتار　　نہوڑاتی تھیں سر دیکھ کے منہ اس کا ہر اک بار
پر وقتِ زوال آیا تو چلائی وہ بیمار　　اس وقت کلیجے پہ مرے چلتی ہے تلوار
نے باغ نہ بستی، نہ کمائی ہے علیؑ کی
سب مر گئے صغراؑ کے، دہائی ہے نبیؐ کی

(۲۷)

ناگاہ در و بام ہوئے خون سے افشاں　　سب سمجھے کہ پھولی شفقِ شامِ غریباں
اک بولا، ارے تازہ قیامت کا ہے ساماں　　لو خون برستا ہے، ہوا حشر نمایاں
کیسی یہ مدینے میں بلا ٹوٹ پڑی ہے
کعبے میں تو اس وقت نہیں لُوٹ پڑی ہے

(۲۸)

سنتے ہیں پھرا حلق پہ یحییٰؑ کے جو خنجر افلاک سے برسا تھا یونہیں خون زمیں پر
پھر آج کوئی ثانیِ یحییٰؑ ہوا بے سر صغراؑ سے تو پوچھو خبرِ سبطِ پیمبرؐ
ابنِ حنفیہ کو بلاؤ کوئی گھر سے
شبیرؑ کا شقہ تو نہیں آیا سفر سے

(۲۹)

گھبرا کے بقیعے کو گئیں عورتیں ساری یا فاطمہؑ یا فاطمہؑ تھا ہونٹوں پہ جاری
سب قبر سے لپٹی ہوئی کرتی تھیں یہ زاری بی بی تری زینبؑ، تری کلثومؑ کے واری
قربان خوزادوں کے حسینؑ اور حسنؑ پر
خالق سے کہو رحم کرے اہلِ وطن پر

(۳۰)

گھیرے ہوئے تھی خلقِ خدا قبرِ نبیؐ کو اُس وقت کسی کا نہ سہارا تھا کسی کو
رو رو کے سناتے تھے رسولِ عربیؐ کو اُمت کے بچانے کے لیئے بھیجو علیؑ کو
مولاؑ، کسی ظالم سے خطا آج ہوئی ہے
جو خلق پہ نازل یہ بلا آج ہوئی ہے

(۳۱)

یاں گھر میں پریشان تھی شبیرؑ کی پیاری جو ایک زنِ ہاشمیہ آکے پکاری
تم قبرِ پیمبرؐ پہ نہیں چلتیں، میں واری ابنِ حنفیہؓ کو غش آیا کئی باری
مندیلیں گری ہیں کہیں عمّامے پڑے ہیں
سب قبر کو گھیرے ہوئے سر ننگے کھڑے ہیں

(۳۲)

صغرؑا نے کہا، کیوں تو تڑپ کر یہ سنایا طائر ابھی اک خون میں ڈوبا نظر آیا
پر جھاڑے ، لہو قبرِ مبارک پہ گرایا اور کھول کے منقار عجب شور مچایا
کیا جانیے کیا غم کی خبر اُس نے کہی ہے
اب تو ترے نانا کی لحد کانپ رہی ہے

(۳۳)

بیمار پکاری کہ سنا آپ نے نانی لو آئی مدینے کے سلیماں کی سنانی
بیجا نہ تھی بی بی وہ مری اشک فشانی فرماتی تھیں تم بدشگنی کرتی ہو جانی
سر کھولو ، ردا پھینک دو ، دامان کو پھاڑو
اٹھو ، مرے کُرتے کے گریبان کو پھاڑو

(۳۴)

ہاتھوں سے کلیجے کو پکڑ کر وہ پکاری روضے پہ نبیؐ کے تو چلو اے مری پیاری
طائر فقط آیا ہے تسلی کو تمھاری سونگھو تو لہو اس کے پر و بال کا واری
کھل جائے گی بو عرش مقاموں کے لہو کی
رنگت نہیں چھپنے کی اماموں کے لہو کی

(۳۵)

صغرؑا کو لیے ساتھ چلی ششدر و غمناک پہنچی جونہی نزدیکِ رواقِ شہِ لولاک
دیکھا کہ اک انبوہ ہے گردِ لحدِ پاک منھ پہ امرا اور غربا ملتے ہیں سب خاک
پیغمبرؐ کونین کی بیوہ نے ندا دی
لوگو ہٹو ، آتی ہے مدینے کی خوزادی

اُمِّ سلمہ سلام اللہ علیہا

(۳۶)

وہ مجمعِ ماتم جو پریشاں ہوا ہر سو مرقد پہ نواسی گئی کھولے ہوئے گیسو
دیکھا کہ فغاں کرتا ہے اک طائرِ خوش رو جاری ہے پروبال سے خوں، آنکھوں سے آنسو
کھوئے ہیں سب انسانوں کے ہوش اس کی بکانے
گہ پائینتی روتا ہے، کبھی آ کے سرھانے

(۳۷)

سر کے جو عرب روضے میں داخل ہوئی صغرؑا دیکھا کہ سرِ قبر وہ طائر ہے تڑپتا
نوحے میں یہ آواز ہے منقار سے پیدا بن باپ کی صغرؑا ہوئی، بن بیٹے کی زہرؑا
فریاد بلند اس کی ہے سب نوحہ گروں سے
اشک آنکھوں سے اور خون ٹپکتا ہے پروں سے

(۳۸)

پھر تاب نہ اس کے دلِ بیتاب کو آئی مٹھی میں وہی خون بھری خاک اُڑائی
خود سونگھ کے تھرّا گئی، نانی کو سنگھائی چلائی کہ ہے ہے غضب، اے بی بی دہائی
پہچانیے تو آپ یہ کس کس کا لہو ہے
اٹھارہ بنی فاطمہؑ کے خون کی بو ہے

(۳۹)

پھر پیٹ کے طائر کے برابر یہ پکاری تو قاصدِ شبیرؑ ہے، صغرؑا ترے واری
سائے میں ہے یا دھوپ میں وہ عاشقِ باری زخمی ہیں کہ مارے گئے قسمت سے ہماری
بخیے کا تدارک ہے کہ تابوت و کفن کا
یہ خون ہے بابا کے گلے کا کہ بدن کا

(۴۰)

ہے ہے، مجھے لے چل، وہ کہاں ہیں، وہ کہاں ہیں　　پیدل ہی زیارت کو چلوں گی وہ جہاں ہیں
سید ہیں، مسافر ہیں، امامِ دو جہاں ہیں　　سقائی کو حاضر ہوں اگر تشنہ دہاں ہیں
ایسوں ہی کی خدمت میں دو عالم کے شرف ہیں
صغراؑ کے خداوند ہیں، زہراؑ کے خلف ہیں

(۴۱)

تو آپ سے آیا ہے کہ حضرت نے ہے بھیجا　　زخمی ہیں تو عرضی مری تیار ہے، لے جا
ہے ہے، مرے دل کا بھی تڑپنا نہیں بے جا　　خنجر کے تلے تو نہیں زہراؑ کا کلیجا
صغراؑ کو دعا کے لیے ارشاد کیا ہے
یا لاشے پہ منھ ڈھانپنے کو یاد کیا ہے

(۴۲)

کس دکھ میں گرفتار ہیں سید مرے بابا　　غش میں ہیں کہ ہشیار ہیں سید مرے بابا
بے یار و مددگار ہیں سید مرے بابا　　گھر آنے سے لاچار ہیں سید مرے بابا
بستی میں بسے یا کسی جنگل میں بسے ہیں
خدمت کو کوئی پاس ہے یا سب سے چھٹے ہیں

(۴۳)

مظلوم کے یاور ہیں سلامت کہ سدھارے　　بھیا علی اکبرؑ ہیں سلامت کہ سدھارے
عباسؑ دلاور ہیں سلامت کہ سدھارے　　سب اک طرف اصغرؑ ہیں سلامت کہ سدھارے
حلقومِ مبارک پہ چھری جبکہ رواں تھی
شبیرؑ کی عاشق بہن اُس وقت کہاں تھی

(۴۴)

بیمار کی فریاد سے گھبرا گیا طائر   روضے سے نکل کر سوئے صحرا گیا طائر
صغراؑ نے کہا ، صاحبو کس جا گیا طائر   ہے ہے ، مجھے کچھ حال نہ بتلا گیا طائر

مرقد پہ جبیں رکھ کے پکاری یہ نبیؐ کو
اب آپؐ سے لوں گی میں حسینؑ ابنِ علیؑ کو

(۴۵)

ناناؐ ، تمھیں سونپا تھا نواسی نے پدر کو   ناناؐ، انھیں اب ڈھونڈنے جاؤں میں کدھر کو
نادار ہوں ، بھیجوں کسے بابا کی خبر کو   ناناؐ ، کہو کیا کہہ کے سنبھالوں میں جگر کو

بیمار نواسی کو مسیحا سے ملا دو
زہراؑ کا تصدق مجھے بابا سے ملا دو

(۴۶)

ناناؐ ، مجھے سمجھاؤ مرا حال ہے تغیّر   طائر کی فغاں سن کے کلیجے پہ لگا تیر
کیوں کانپ رہی ہے لحدِ صاحبِ تطہیر   تربت سے ندا آئی کہ مارے گئے شبیرؑ

چہرے پہ مری فاطمہؑ نے خاک ملی ہے
نانا کے کلیجے پہ چھری آج چلی ہے۔

(۴۷)

بے وارثی رانڈوں کو ستاتے ہیں ستمگر   مسند ترے بابا کی جلاتے ہیں ستمگر
سجاد کو بستر سے اٹھاتے ہیں ستمگر   زہراؑ کو لحد میں بھی رلاتے ہیں ستمگر

بلوے میں پھوپھی آج تمھاری گئی صغراؑ
چادر سرِ زینبؑ سے اُتاری گئی صغراؑ

(۴۸)

سن کر یہ ندا سب نے کیا شیون و ماتم ہر کوچے میں عاشور تھا، ہر گھر میں محرّم
خاموش دبیر اب کہ قیامت کا ہے عالم شیعہ کوئی بیہوش کوئی غم میں ہے اس دم
جب تک چمنِ نظم کی بنیاد رہے گی
رنگیں سخنی سب کو تری یاد رہے گی

راقم الدولہ ظہیرؔ دہلوی کا مرثیہ

جب در پئے ستم ہوئے یثرب میں اہلِ شر

یہ مرثیہ کل ۴۶ بند کا ہے جسے سید اقبال حسین کاظمی صاحب نے کتاب ''اوراقِ کربلا'' میں شائع کیا ہے۔ یہاں ان مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں ظہیرؔ نے امِّ سلمہؓ کا ذکر کیا ہے۔
یہ اس وقت کا ذکر ہے جب امامِ حسینؑ مدینے سے روانہ ہو رہے ہیں اور مدینے میں امامؑ کی رخصت پر عجب نوحہ گری ہے اور اسی شور وشین کو سن کر امِّ سلمہؓ امامؑ کی خدمت میں آتی ہیں۔

یہ حال سن کے زوجۂ محبوبِ کردگار — یعنی وہ امِّ سلمہؓ مخدومۂ دیار
دوڑی جگر کو تھام کے بیتاب و بے قرار — بالوں میں خاک ڈال کے روتی تھیں زار زار
آئیں قریب شاہؑ کے باجانِ دردناک
بولیں کہ اے فروغِ بصر روحنا فداک

فرمایا پاس آ کے کہ اے پارۂ جگر — چشم و چراغ و روشنیِ دیدہ و نظر
سنتی ہوں میں عراق کو کرتے ہو تم سفر — پیرانہ سالی میں نہ کرو مجھ کو دربدر
زخمِ فراق مجھ سے اٹھایا نہ جائے گا
یہ داغ تو جگر سے مٹایا نہ جائے گا

صدقے ہو یہ ضعیفہ، یہ نانی ترے نثار — اے نورِ چشم، اے مرے والی کے یادگار
نانی پہ زندگی نہ کرو شاق و ناگوار — اس رنج سے جیے گی نہ مادر یہ زینہار
اے نورِ چشم، تجھ سے مدینہ ہے باغ باغ
کیجو مزارِ پاکِ پیمبرؐ نہ بے چراغ

اُمِّ سلمہ سلام اللہ علیہا

فرمایا پھر زبان سے اس دم بشور و شین اے راحتِ قلوب ، پیمبرؐ کے نورِ عین
فرما گئے ہیں مجھ سے شہنشاہِ مشرقینؐ ہوگا شہید دشتِ بلا میں مرا حسینؑ
بیٹا ، خدا کو مان کے تم واں نہ جائیو
نانی کے حالِ زار پہ بھی رحم کھائیو

کی عرض یہ حسینؑ نے با چشمِ اشکبار اے مادرِ شفیق و عزادار و غم گسار
واللہ ، ماجرا ہے یہ سب مجھ پہ آشکار لیکن نہیں ہے مرضیِ مولا میں اختیار
روکے اگر ہزار کوئی ، میں تو جاؤں گا
اور یہ بھی جانتا ہوں کہ پھر کر نہ آؤں گا

یہ کہہ کے پھر اشارہ کیا سوئے کربلا یکسر زمین پست ہوئی سمتِ نینوا
اور ماجرائے دشتِ بلا پیش آگیا وہ نعشِ کشتگان و ستم ہائے اشقیا
مخدومۂ جہاں کو نہ تابِ نظر رہی
سر پیٹتے ہی پیٹتے بےہوش ہو گئی

میر انیسؔ کا مرثیہ

یہ مرثیہ میر ببر علی انیسؔ کا ہے۔ مطبع نولکشور، جلد چہارم کا سب سے آخری مرثیہ ہے۔ اس مرثیے میں جنابِ صغریٰ اور جنابِ امّ سلمہؑ کی گفتگو بڑے دردناک انداز میں نظم ہے اسی لیے پورا مرثیہ درج کیا جاتا ہے۔ مومنین سے گزارش ہے کہ اس مرثیے کا بڑے غور و فکر سے مطالعہ کریں۔

(۱)

جینے سے غمِ شاہ میں بیزار تھی صغراؑ   تنہائی کی آفت میں گرفتار تھی صغراؑ
غش رہتا تھا اس طرح کی بیمار تھی صغراؑ   ہوش آتا تو کرتی یہی گفتار تھی صغراؑ

کہتے تو ہیں سب، کڑھتی ہو کیوں، آئیں گے بابا
غم یہ ہے کہ جیتا نہ ہمیں پائیں گے بابا

(۲)

جینے نہیں دینے کا غمِ ہجر کا آزار   بابا کے بھی آگے سے زیادہ ہوں میں بیمار
بستر پہ پڑی رہتی ہوں میں بےکس و ناچار   اٹھتی ہوں گر اکبار تو گر پڑتی ہوں سو بار

آنکھیں ہیں کہیں، ہوش کہیں، دھیان کہیں ہے
کچھ دل بھی کئی روز سے کہنے میں نہیں ہے

(۳)

جی چاہتا ہے دیکھ لوں بابا کا میں دیدار   اماں کے گلے سے لگوں، اصغرؑ کو کروں پیار
بھائی علی اکبرؑ کی بلائیں لوں میں بیمار   پھر مر بھی اگر جاؤں تو کچھ غم نہیں زنہار

جیتے جی موئی جاتی ہوں میں یادِ پدر میں
لے لے کے مرے نام کو سب روئیں گے گھر میں

اُمِ سلمہ سلام اللہ علیہا

(۴)

دیوار سے در تک مجھے دشوار ہے جانا   کس سے کہوں آ کر مجھے بستر سے اٹھانا
غش آیا تو مشکل ہے بہت ہوش میں آنا   پھر زیست کہاں جب ہوئی طاقت ہی روانا

سب کہتے ہیں آگے سے تو آرام ہوا ہے
یاں گور میں جانے کا سرانجام ہوا ہے

(۵)

ہر دم ہے کچھ اب نوعِ دگر حال ہمارا   طولِ غمِ ہجراں نے ہمیں مار اتارا
سب کر گئے بیمار سے اک بار کنارا   اتنا بھی کسی شخص نے آ کر نہ پکارا

ہے گھر میں کوئی یا نہیں فرزندِ نبیؐ کے
خط لایا ہوں لشکر سے حسینؑ ابنِ علیؑ کے

(۶)

یہ کہتی تھی اور روتی تھی منہ ڈھانپے وہ بیمار   نانی نے کہیں سن لی نواسی کی یہ گفتار
تب آ کے سرھانے لگی کہنے وہ دل افگار   کیا باتیں پڑی کرتی ہو دل سے مری دلدار

میں تو سنوں، مجھ سے تو کرو پیار سے باتیں
کرتے نہیں بی بی در و دیوار سے باتیں

(۷)

یہ باتیں اکیلی جو کیا کرتی ہو ہر دم   گھبراتی ہو کس واسطے، کیا دل کا ہے عالم
ڈرتی ہوں نکل جائے نہ گھبرا کے کہیں دم   کہنے کو مرے مان لو، کھاؤ نہ بہت غم

خوش ہونے کی شام و سحر آجاتی ہے صغراؑ
بابا کی تمھارے خبر آ جاتی ہے صغراؑ

(۸)

صغرؑا نے سنی جب کہ یہ نانی کی نصیحت　حیرت سے وہ بس رہ گئی تصویر کی صورت
بھر بھر کے دمِ سرد وہ اور تھام کے رقت　نانی سے یہ بولی وہ مریضِ غمِ فرقت
یہ بات تو کچھ ہوش مرے کھوتی ہے نانی
غمگیں کو بھی دنیا میں خوشی ہوتی ہے نانی

(۹)

تب نانی بیاں فاطمہ صغرؑا سے یہ سن کر　کہنے لگی قربان ترے اے مری دلبر
خالق وہ کرے جو ہو ترے واسطے بہتر　کچھ تجھ کو نہ ہو، بدلے ترے جاؤں میں ہی مر
بابا کے بچھڑنے کا تجھے رنج و الم ہے
بانوؑ سے نہ شرمندہ ہوں مجھ کو یہی غم ہے

(۱۰)

میں زیست بسر کر چکی، اب دن ہیں سفر کے　تم بچی ہو، جیتی رہو سائے میں پدر کے
صغرؑا نے کہا اُن سے دمِ سرد یہ بھر کے　تم سر پہ سلامت رہو زہرؑا کے پسر کے
نانی، نہیں مرنے کا مجھے خوف و خطر ہے
پردیس میں پردیسیوں کی جان کا ڈر ہے

(۱۱)

ہے زیست غم و درد کا باعث مرے نانی　ہیں سب مرے چہرے سے عیاں دردِ نہانی
مر جاؤں تو یہ غم ہے نہ یہ اشک فشانی　دنیا میں رکھے حق علی اکبرؑ کی جوانی
کس طرح نہ رحم آئے گا غربت پہ بہن کی
اکبرؑ پڑھیں گے فاتحہ تربت پہ بہن کی

(۱۲)

قاسمؑ کے نہایت مجھے آنے کی خوشی ہے   اصغرؑ کو کلیجے سے لگانے کی خوشی ہے
بھیا کو مجھے گودی اٹھانے کی خوشی ہے   منھ چاند سے مکھڑے سے ملانے کی خوشی ہے
دیدار سے ایسا ہی جو ترسائیں گے اصغرؑ
مر جائے گی صغرؑا تو کہاں پائیں گے اصغرؑ

(۱۳)

جیتے جی مرے آئیں جو عباسؑ علمدار   جو دل میں گلے ہیں وہ کروں اُن سے سب اظہار
جیسا تو وہ کرتے ہیں سکینہؑ کو بہت پیار   ایسا ہی کہوں اُن سے یہ رو رو کے میں بیمار
مانع ہے اگر پیار کی ہمشیر ہماری
کیوں خط نہ لکھا آپ نے تقصیر ہماری

(۱۴)

دستور ہے کرتے ہیں جسے پیار نہایت   کچھ اُس کے عزیزوں سے بھی کرتے ہیں محبت
سب سے تو تمھیں اُنس ہے اور پیار بشدّت   کیا وجہ جو صغرؑا پہ نہیں آپ کی شفقت
ہر چند گرفتارِ غم و رنج و محن ہوں
جو آپ کی پیاری ہے اُسی کی میں بہن ہوں

(۱۵)

بھینا ہی کی خاطر سے مری پوچھتے گر بات   تب جانتی میں آپ کو الفت ہے مرے ساتھ
یوں تو مری ہر طرح گزر ہی گئی اوقات   پردیسیوں کا خط ہے مگر نصف ملاقات
وہ تو نہ ہوئی جو کہ خوشی تھی مرے جی کی
دو حرف میں ہو جاتی تسلی مرے جی کی

(۱۶)

یہ کر کے بیاں نانی سے دل اُس کا بھر آیا بعد آنسوؤں کے آنکھوں میں خونِ جگر آیا
کُرتا جو لیا چہرے پہ طوفاں نظر آیا نانی نے کہا ، دھیان تمھارا کدھر آیا
موقوف عزیزوں کا گلا ہو گیا صغراؑ
باتیں ابھی کیا تھیں ، ابھی کیا ہو گیا صغراؑ

(۱۷)

یہ باتیں تو اچھی نہیں لگتیں مجھے واری مانا بھی کرو صدقے گئی بات ہماری
واں اشکوں کے پرنالے تھے بس چشموں سے جاری کیا بولتی منہ سے وہ غم و درد کی ماری
صدمہ المِ ہجر کا کھانے لگا اُس کو
چلا کے یہ روئی کہ غش آنے لگا اُس کو

(۱۸)

گھبرا کے کہا نانی نے اُس کی یہ کسی سے کہ آوے کوئی مادرِ عباسِ علیؑ سے
آنا ہو تو آؤ کہ چلی فاطمہؑ جی سے سمجھاؤ ، سمجھتی نہیں مجھ ظلم زدی سے
جی سے کوئی ساعت میں گزر جائے گی صغراؑ
میں پیٹتی رہ جاؤں گی ، مر جائے گی صغراؑ

(۱۹)

جا کر یہ کسی نے کہا عباسؑ کی ماں سے ہوتا ہے سفر فاطمہ صغراؑ کا جہاں سے
بیٹھی ہوئی کیا کرتی ہو، جلدی چلو یاں سے کچھ باتیں تشفی کی کرو اپنی زباں سے
عرصہ ہوا آنکھوں کو نہیں کھولتی صغراؑ
چپ ہو گئی ایسی کہ نہیں بولتی صغراؑ

(۲۰)

گھبرا گئی یہ سنتے ہی عباسؑ کی مادر　　اشک آنکھوں میں بھر آئے، چلی اوڑھ کے چادر
امِ سلمہؑ سے یہ کہا گھر میں پھر آ کر　　کیا حال ہے، کیوں غش ہوئی شبیرؑ کی دختر
آج اور ہی اس بچی کی حالت نظر آئی
کیا اُس نے سنا، لوگو کہو کیا خبر آئی

(۲۱)

وہ بولی، غش آیا ہے خبر کچھ نہیں بی بی　　سمجھاتی ہوں کتنا، نہیں لیکن یہ سمجھتی
جب فاطمہؑ صغراؑ کے قریب آ کے یہ بولی　　آنکھیں تو ذرا کھولو، میں کچھ تم سے کہوں گی
شبیرؑ کے لشکر کی خبر لائی ہوں واری
فرزندِ پیمبرؐ کی خبر لائی ہوں واری

(۲۲)

یہ کہہ کے جو اُس بچی کے بازو کو ہلایا　　تب چونک کے یہ فاطمہ صغراؑ نے سنایا
ہے ہے، ابھی دادی مجھے کیوں تم نے جگایا　　تھا خواب میں، بابا کو بہت روزوں میں پایا
فرماتے ہیں، صغراؑ تجھے کچھ میری خبر ہے
بیٹی، کوئی دن میں مرا دنیا سے سفر ہے

(۲۳)

اُن کی تو سنی اپنی میں کچھ کہنے نہ پائی　　جو جاگ اٹھی ہوگئی بابا سے جدائی
ہے ہے، مرے بابا نے یہ کیا بات سنائی　　دنیا سے سفر کی نہ مجھے وجہ بتائی
کیا جانیے کیوں جینے سے بیزار ہیں بابا
کیا ہو گیا، کس دکھ میں گرفتار ہیں بابا

(۲۴)

گھبراؤں نہ کیوں اب تو مجھے غم پہ ہوا غم　　اب کاہے کو آویں گے یہاں شاہِ دو عالم
گھبرانے لگا اور بھی سینے میں مرا دم　　تب نانی نے اُس سے کہا بادیدۂ پرنم

ظاہر میں جو ہو حرف و حکایات سند ہے
قربان گئی ، خواب کی کب بات سند ہے

(۲۵)

یہ کہتی تھی جو شور ہوا شہر کے اندر　　آئے سفرِ کوفہ سے ناموسِ پیمبرؑ
امِّ سلمہؑ دوڑی گئیں سنتے ہی در پر　　کیا دیکھ کہ روتے ہیں کھڑے اہلِ مضطر

اونٹوں کو بٹھایا ہے ، یہ فریاد و فغاں ہے
جو بی بی اُترتی ہے سو یہ کرتی بیاں ہے

(۲۶)

ہم جیتے پھرے ، مارا گیا فاطمہؑ کا لال　　حیدرؑ کا چمن باغیوں نے کر دیا پامال
تلواروں سے منہ چاند سے سب خوں میں ہوئے لال　　پیاسوں پہ چلیں برچھیاں کیا ان کا کہیں حال

ہم جیتے ہیں قبروں پہ انھیں رو کے ہم آئے
اب اُن کو کہاں پائیں جنھیں کھو کے ہم آئے

(۲۷)

اس گھر سے سدھارے تھے جو ہمراہ ہمارے　　دیکھا کیے ہم سامنے وہ سب گئے مارے
نیزوں پہ چڑھا دینے کو سر تن سے اُتارے　　پیاسوں کی بنیں تربتیں دریا کے کنارے

مر کر نہ ملا چین کسی تشنہ دہن کو
چالیسویں تک سب رہے محتاج کفن کو

(۲۸)

بانوؑ کی جو رانڈوں کی سی صورت نظر آئی　　اور رونے کی دھوم اہلِ محلّہ نے اٹھائی
امِّ سلمہؑ سن کے لگی دینے دہائی　　اسباب اٹھا ، ماتمی صف جلد بچھائی
صغرؑا سے کہا ، کر لو گریبان کو پارا
دل کھول کے اب روؤ کہ بابا گیا مارا

(۲۹)

آگے تو تمھیں رونے کو میں منع تھی کرتی　　بیمار تھیں تم اور میں غم کھانے سے ڈرتی
اب منع بھی کرنے میں ہے تشویش گزرتی　　بن روئے تو مر جاؤ ابھی گر نہ ہو مرتی
تم لڑکی ہو اور داغ یتیمی کا بڑا ہے
بیمار کو غم کھانے سے رونا ہی دوا ہے

(۳۰)

یہ سنتے ہی گھبرا گئی وہ بیکس و مضطر　　سر پیٹ کے رونے لگی ، پلہ لیا منہ پر
رو رو کے یہ کہنے لگی اے خالقِ اکبر　　فریاد ہے فریاد ، لٹا فاطمہؑ کا گھر
تو مالک و مختارِ قضا اور قدر ہے
میں کس لیے جیتی ہوں ، مری موت کدھر ہے

(۳۱)

پھر بولی کہ بابا سے ملا دو مجھے لوگو　　یہ سنتے ہی زینبؑ لگی سر پیٹنے رو رو
بانوؑ سے کہا ، بیٹی کی صورت کو تو دیکھو　　بابا کو طلب کرتی ہے ، گودی میں اسے لو
دم شدتِ گریہ سے اُلٹ جائے گا اس کا
ننھا سا کلیجا ابھی پھٹ جائے گا اس کا

(۳۲)

لے گود میں بانوؑ اُسے رو رو کے پکاری   بابا کہاں میں جس کو دکھاؤں تجھے واری
ماں ہو گئی قربان یتیمی پہ تمھاری   نتھ ناک سے قسمت نے اتروائی ہماری
پردیس میں جنت کو سفر کر گئے شبیرؑ
اے فاطمہؑ، میں رانڈ ہوئی، مر گئے شبیرؑ

(۳۳)

قاسمؑ ترے عمو کا پسر مر گیا بیٹی   عباسؑ جہاں سے سوئے کوثر گیا بیٹی
پانی کو ترستا علی اکبرؑ گیا بیٹی   جنت کو مری گود سے اصغرؑ گیا بیٹی
اِس گھر کی جو آبادی تھی سو بس گئی بن میں
میں لوٹی لٹائی ہوئی آئی ہوں وطن میں

(۳۴)

صغراؑ تو یہ سنتے ہی لگی پیٹنے سر کو   رو رو کے سنانے لگی چلا کے پدر کو
ایسے گئے بابا کہ نہ جیتے پھرے گھر کو   مایوس کیا دخترِ مجروح جگر کو
اب آس ہے اتنی کہ جو مر جائے گی صغراؑ
اے سیدِ بیکس، تمھیں تب پائے گی صغراؑ

(۳۵)

جب تک رہوں گی جیتی تبھی تک ہو جدائی   اور مر گئی تو آپ کی پابوسی کو آئی
آئے نہ تمھیں اور نہ چچا، نے مرے بھائی   آفت مری قسمت نے عجب مجھ کو دکھائی
بیمار کو اس ہجر کی آفت سے نکالو
مجبور ہے صغراؑ، تمھیں چاہو تو بلا لو

(۳۶)

بے آپ کے بلوائے ملاقات ہے دشوار   مقتل ہی تلک جا نہ سکی جب کہ میں بیمار
پھر آپ تلک مجھ کو پہنچنے کی کہاں بار   بہنوں سے ملی، ماں سے ملی میں جگرافگار
کیا کیا ستم اے سیدِ ابرار نہ دیکھا
صغرؑا نے مگر آپ کا دیدار نہ دیکھا

(۳۷)

سنتی ہوں کہ حضرت ہی کے اکبرؑ بھی ہیں ہمراہ   عباسؑ وہیں اور وہیں قاسمؑ نوشاہ
چھوٹا مرا بھیا علی اصغرؑ بھی وہیں آہ   اُس بچے سے ملنے کی زیادہ ہے مجھے چاہ
اس دُکھ سے رہائی تمھیں دلواؤ گے بابا
کب سے ہوں میں بچھڑی، تمھیں ملواؤ گے بابا

(۳۸)

صغرؑا تو یہ کرتی تھی بیاں باتنِ رنجور   جو کرنے لگی مادرِ عباسؑ یہ مذکور
اے صاحبو، یہ شک تو مرے دل سے کرو دور   بیٹا جو مرا عاشقِ شبیرؑ تھا مشہور
شفقت تھی بہت اُس پہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی
کچھ اُس سے بھی خدمت ہوئی فرزندِ نبیؐ کی

(۳۹)

میں سن چکی اتنا تو کہ مارا گیا عباسؑ   مرنا تو یقین ہو گیا لیکن ہے یہ وسواس
کس وقت تلک جنگ میں بھائی کے رہا پاس   سچ کہہ دو جو کچھ گزری ہو، توڑو نہ مری آس
کچھ قاسمؑ و اکبرؑ پہ تو آفت نہیں دیکھی
شبیرؑ کی خیمے سے تو رخصت نہیں دیکھی

(۴۰)

رخصت کو تھا وہ جس گھڑی جیتے ہوئے آیا　　حق دودھ کا بخشاتا تھا مجھ سے مرا جایا
میں نے اُسے یہ کہہ کے تھا چھاتی سے لگایا　　شبیرؑ کے قدموں پہ جو سر تو نے کٹایا
تو دودھ بھی بخشوں گی، دعا بھی تجھے دوں گی
جان اپنی بچائی تو کبھی نام نہ لوں گی

(۴۱)

زینبؑ نے کہا، کیا کہوں عباسؑ کی جرأت　　کچھ شہؑ کے علمدار کی پوچھو نہ حقیقت
قاسمؑ سے بھی پہلے وہ طلب کرتا تھا رخصت　　پر ابنِ حسنؑ پا چکا جس وقت شہادت
اس وقت عجب بے کسی تھی شاہِ اممؑ پر
رخصت کے لیے گرتا تھا عباسؑ قدم پر

(۴۲)

زینبؑ سے یہ سن مادرِ عباسؑ پکاری　　شرمندہ کیا تم نے حسنؑ سے مجھے واری
کلثومؑ نے تب یوں کہا باگریہ و زاری　　اُس نے تو رضا مرنے کی مانگی کئی باری
کیا کرتا کہ مغموم بہت ہوتے تھے شبیرؑ
منہ دیکھتے تھے بھائی کا اور روتے تھے شبیرؑ

(۴۳)

جب حال سکینہؑ کا ہوا پیاس سے تغیر　　بس اُس گھڑی ناچار ہوئے حضرتِ شبیرؑ
بھائی سے کہا، کچھ کرو اب پانی کی تدبیر　　کچھ بس نہیں اب تم سے جدا کرتی ہے تقدیر
یہ سن کے لگا رونے وہ شیدائے سکینہؑ
اور لے کے گیا مشک وہ سقائے سکینہؑ

(۴۴)

واں فوج سے لڑ بھڑ کے بھرا مشک میں پانی اور گھر کو چلا حیدرِ کرار کا جانی
پھر ٹوٹ پڑے پیاسے پہ وہ ظلم کے بانی چھانا اُسے بھی تیروں سے اور مشک بھی چھانی
پانی بھی بہا تن سے گرے ہاتھ بھی کٹ کر
اور گر پڑا عباسؑ بھی گھوڑے سے اُلٹ کر

(۴۵)

اس خوبی سے مارا گیا فرزند تمھارا دودھ اس کو نہ بخشا تھا تو اب بخشو خدا را
پھر فاطمہ زہراؑ کو وہ کیونکر نہ ہو پیارا واللہ ، سر اس نے قدمِ شاہؑ پہ وارا
دکھلائی وہ جانبازی شہِ تشنہ دہن کو
راضی کیا حیدرؑ کو ، محمدؐ کو ، حسنؑ کو

(۴۶)

یہ سنتے ہی بس مادرِ عباسِؑ دلاور قبلے کی طرف گر پڑی سجدے کو زمیں پر
جب کر چکی سجدہ تو وہ کہنے لگی رو کر سب مل کے کرو ماتمِ فرزندِ پیمبرؐ
یہ جو کہا غل ہونے لگا سینہ زنی کا
اور ذکر تھا شبیرؑ کی تشنہ دہنی کا

(۴۷)

بولی کوئی ، جیتے نہ رہے قاسمِؑ مضطر بولی کوئی ، بے جان ہوئے عباسِ دلاورؑ
بولی کوئی سر پیٹ کے ، ہے ہے علی اکبرؑ بولی کوئی ، مارا گیا پیاسا علی اصغرؑ
وہ رانڈیں تھیں اور ماتمِ شاہِؑ شہدا تھا
کیا کہیے انیسؔ اُس کو جو کچھ حشر بپا تھا

کتابیات

(۱) قرآن	حاجی فرمان علی (مترجم)
(۲) نہج البلاغہ	امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ
(۳) حیات القلوب	علامہ مجلسیؒ
(۴) جلاء العیون	علامہ مجلسیؒ
(۵) احسن المقال	شیخ عباس قمی
(۶) شہیدِ انسانیت	علامہ سید علی نقی النقوی
(۷) ینابیع المودّت	شیخ سلیمان قندوزی
(۸) بحارِ انوار	علامہ مجلسیؒ
(۹) چودہ ستارے	علامہ نجم الحسن کرّاروی
(۱۰) عمدۃ المطالب	ابنِ شہر آشوب
(۱۱) ارجح المطالب	خواجہ عبید اللہ امرتسری
(۱۲) شہادتِ کبریٰ	علامہ سید رضی مجتہد قبلہ
(۱۳) سیرتِ ابنِ ہشام	عبد الملک بن ہشام
(۱۴) سیرت الرسولؐ	سید ظفر حسن قبلہ امروہوی
(۱۵) اسوۃ الرسولؐ	اولاد حیدر بلگرامی
(۱۶) سیرت النبیؐ	شبلی نعمانی
(۱۷) انسانِ کامل	سید مجاور حسین رضوی حسینی
(۱۸) نفسِ رسولؐ	علامہ سید حیدر علی نقوی قبلہ
(۱۹) انتخابِ طبری	مولانا سید صفدر حسین رضوی

(۲۰) تاریخِ طبری — ابنِ جریر طبری

(۲۱) تاریخِ احمد بن اعثم کوفی

(۲۲) تاریخِ اسلام — علامہ محمد بشیر انصاریؒ فاتحِ ٹیکسلا

(۲۳) تاریخِ ابوالفداء — اسماعیل ابوالفداء

(۲۴) استیعاب — امام عبدالبر

(۲۵) طبقاتِ ابنِ سعد — محمد بن سعد کاتب الواقدی

(۲۶) الامت والسیاست — ابنِ قتیبہ

(۲۷) اصابہ — ابنِ حجر عسقلانی

(۲۸) سرّ الشہادتین — شاہ عبدالعزیز دہلوی

(۲۹) حبیبِ کبریاؐ کے تین سو اصحاب — طالب ہاشمی

(۳۰) سیرتِ فاطمۃ الزہراؑ — آغا سلطان مرزا صاحب

(۳۱) امت اور اہلِ بیتؑ — محمد بشارت علی

(۳۲) سہمِ مسموم فی جوابِ نکاحِ اُمِّ کلثوم — مولانا غلام حسین نجفی

(۳۳) حضرتِ اُمِّ سلمہؑ — نیّر ندیم

(۳۴) مجالسِ خواتین — علامہ سید ظفر حسن امروہی قبلہ

(۳۵) صحیح بخاری — محمد بن اسماعیل بخاری

(۳۶) صحیح مسلم — مسلم بن الحاج نیشاپوری

(۳۷) مراثیِ میر خلیق — اکبر حیدری کشمیری صاحب

(۳۸) اوراقِ کربلا (مراثیِ ظہیر) — سید اقبال حسین کاظمی

(۳۹) مراثیِ دبیر — منشی نولکشور

(۴۰) مراثیِ انیس — منشی نولکشور